خدامِ اہلِ السندھ والہند
جُندِ حُرّیتؐ
باقیاتِ جہادِ آزادی ۱۸۵۷ء
سلیم آباد اور لُدھیانہ
مولانا محمد خلیل اللہ ربانی
مدیر مدرسۃ الاسلام سلیم آباد خیرپور میرس۔ سندھ

خُدّامُ السندِہ والھند

# جُندِ حُرّیت

## باقیاتِ جہادِ آزادی ۱۸۵۷ء

(سلیم آباد اور لُدھیانہ)

از

محمد خلیل اللہ ربّانی

مدیر مدرسۃ الاسلام، سلیم آباد خیرپور میرس

شیخ شوکت علی پرنٹرز پاکستان چوک کراچی

ب



نام کتاب :- جنۃ حریت

مؤلف :- .......... مولانا محمد خلیل اللہ ربانی

اشاعت اوّل :- ........ سنہ ۱۹۷۸ء مطابق سنہ ۱۳۹۸ھ

کتابت :- .......... حسن قلم سکھر

مطبوعہ :- ..........

تعداد :- .......... ایک ہزار

قیمت :- .......... ۶/ چھ روپے

ناشران

محمد نجیب اللہ و خالد سیف اللہ

ارکان مدرسۃ الاسلام
سلیم آباد۔ خیرپور میرس
سندھ

# اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ

إِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ ط یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ نف وَعْدًا عَلَیْہِ حَقًّا فِی التَّوْرَاۃِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالْقُرْاٰنِ ط وَمَنْ اَوْفٰی بِعَھْدِہٖ مِنَ اللّٰہِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَیْعِکُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِہٖ ط وَذٰلِکَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ (التوبہ 9/111)

ترجمہ:۔ "حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے مومنوں سے ان کے نفس اور ان کے مال جنت کے بدلے خرید لئے ہیں۔ وہ اللہ کی راہ میں لڑتے مارتے اور مرتے ہیں۔ ان سے (جنت کا وعدہ) اللہ کے ذمے ایک پختہ وعدہ ہے۔ توراۃ انجیل اور قرآن میں۔ اور کون ہے جو اللہ سے بڑھ کر اپنے عہد کا پورا کرنے والا ہو؟ پس خوشیاں مناؤ اپنے اس سودے پر جو تم نے خدا سے چکا لیا ہے۔ یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔"

کچھ روحیں ان آیاتِ ربانی کو سن کر وجد میں آئیں۔ لبیک کہا۔ حریتِ اسلام اور اقامتِ دین کے لئے قربانی پیش کی۔ کچھ موقع کی تلاش اور انتظار میں رہیں خدمتِ دین کے لئے وقف ہوگئیں۔ یہ کون تھے اور کہاں؟ ان کی چند مثالیں آئندہ صفحات میں دیکھئے۔

# پیش لفظ

★ از :- ڈاکٹر محمد ایوب قادری، صدر شعبۂ اردو، وفاقی گورنمنٹ اردو کالج کراچی

برصغیر پاک و ہند میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور ملکی تسلط سے آزادی حاصل کرنے کے لئے علمار کرام نے جو شاندار خدمات انجام دی ہیں وہ برصغیر کی مسلم تاریخ کا ایک روشن باب ہیں۔ جب فرنگی استعمار ملک میں قدم جمار ہا تھا اور غیر مسلم طاقتیں سیاسی قوت بڑھا رہی تھیں۔ مغلیہ حکومت قریب قریب ختم ہو چکی تھی۔ مسلم اقتدار دن بدن کمزور ہو رہا تھا۔ مسلم تہذیب و تمدن کو سخت خطرہ لاحق تھا۔ نظامِ تعلیم درہم برہم ہو چکا تھا حقیقت یہ ہے کہ اُس زمانے میں علمار نے نہایت دانشمندی، تدبر، جرأت اور پامردی کا ثبوت دیا۔ انھوں نے تحریکِ آزادی کو تقویت دی، جہاد کی تبلیغ کی، محاربہ مقابلہ میں مردانہ وار حصہ لیا اور جانی و مالی قربانیوں کی وہ مثالیں قائم کیں کہ جن کے ذکر سے خونِ مسلم میں آج بھی حرارت پیدا ہو جاتی ہے۔ شاہ عبدالعزیزؒ نے دہلی پر انگریزوں کے قبضے (۱۸۰۳ء) کے بعد دارالحرب کا فتویٰ دیکر مسلمانوں کو دعوتِ فکر و عمل دی۔ بعض بالغ نظر علمائے پنجاب و سندھ نے سکھ اور انگریز کے استبداد کو بھانپ کر اس سے پہلے ہی مقامی طور پر دارالحرب کا فتویٰ دے دیا تھا مگر شاہ عبدالعزیزؒ کے فتوے کا ملک گیر اثر ہوا۔ اور انگریزوں سے موقع بہ موقع جھڑپیں شروع ہو گئیں۔ ۱۸۱۶ء میں مفتی محمد عوض کی قیادت میں بریلی میں سخت معرکہ ہوا۔ بنگال میں حاجی شریعت اللہ نے انگریزوں کے خلاف ایک تحریک برپا کر دی۔ تحریکِ مجاہدین اور جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں علمار کی قیادت اور قربانیوں کا بڑا حصہ ہے

جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کے بعد برصغیر کے مسلمان بڑے سخت دور سے گذرے، انگریز حکومت نے کونسا ظلم و جور تھا جو اُن پر روا نہ رکھا، مگر وہ سخت جان نکلے اور آہستہ آہستہ انھوں نے سنبھالا لے لیا۔ اس دور میں بھی علمار نے درس و

تدریس، تذکیر و تنظیم اور وعظ و تبلیغ کے ذریعہ ملّتِ اسلامیہ کی شیرازہ بندی کی۔ اور انھوں نے سب سے بڑا کام یہ کیا کہ پوری ملّتِ اسلامیہ کی تعلیم و تربیت اور تہذیب و تنظیم کا بار اپنے کندھوں پر سنبھال لیا اور جابجا عربی مدارس قائم کر کے خاموشی سے ملّت کی خدمات انجام دیتے رہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ چھوٹے چھوٹے "عربی مدارس" اور "دارالعلوم" ملّتِ اسلامیہ کے تحفظ کے باب میں "قلعے" ثابت ہوئے ہیں۔ اِن مدارس کی ملّی خدمات کا ابھی تک صحیح تجزیہ نہیں کیا گیا ہے۔

شہروں اور قصبات کو چھوڑ کر چھوٹے چھوٹے گمنام دیہات و قریات میں علماء مجالسِ درس جمائے ہوئے تھے اور مسلمانوں کو دین کی تعلیم دیتے تھے۔ بعض خاندانوں میں یہ روایت متوارث تھی۔ مولانا عبدالقادر لدھیانوی رح کا خاندان بھی ان ہی قابلِ ذکر خاندانوں میں سے ہے کہ جس میں درس و تدریس اور تذکیر و تبلیغ کی روایت تقریباً سوا صدی سے جاری ہے۔ اس خاندان کے رجالِ عظیم نے میدانِ جہاد میں دادِ شجاعت دی، درس و تدریس کی مسند کو زینت بخشی۔ تصنیف و تالیف میں حصّہ لیا۔ وعظ و تذکیر کے فرائض انجام دیئے۔ نصرانیت کا رد کیا اور تحریکِ آزادی میں مردانہ وار حصہ لیا۔

مولانا عبدالقادر لدھیانوی اور مولوی سیف الرحمٰن جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کے قائدین میں ہیں اور وہ اس کے عواقب و شدائد سے بھی دوچار ہوئے۔ اس خاندان کے معزز رکن مولوی نور محمد حقانی نے ردِ نصرانیت کے محاذ کو سنبھالا۔ لدھیانہ میں حقانی پریس قائم کیا۔ ایک اخبار "نورٌ علیٰ نور" جاری کیا۔ جس نے ردِّ عیسائیت کے سلسلے میں نمایاں خدمات انجام دیں اور بقول امداد صابری یہ اخبار "مشہور دشمن نصاریٰ" تھا۔ مولانا نور محمد نے مولانا رحمت اللہ کرانوی کی مشہور کتاب "ازالۃ الاوہام" کا اردو ترجمہ کیا اور اس کا نام "دافع الاوہام" رکھا۔ یہ ترجمہ بنگلور (دکن) کے اخبار "منشورِ محمدی" میں قسط وار شائع ہوا۔ انھوں نے لدھیانہ میں "مدرسہ حقانی" قائم کیا۔

مدرسہ اسلام

جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کے بعد بالخصوص بعض علماء نے آزاد خیالی و تجدد کی راہ اختیار کی اور اپنا ایک گروہ قائم کر لیا۔ شروع شروع میں سلفی و محمدی نام رکھا۔ مولوی محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر اشاعۃ السنہ نے سرکار انگریزی سے "اہلِ حدیث" نام رجسٹرڈ کرایا۔ انھوں نے منسوخیِ جہاد پر ایک رسالہ "الاقتصاد فی مسائلِ جہاد" لکھا۔ اور انعام و جاگیر کے مستحق ٹھیرے۔ علمائے لدھیانہ نے مولوی محمد حسین بٹالوی اور ان کے رفقاء کا سخت نوٹس لیا۔ ان کے رد میں رسالے لکھے۔ انتصار الاسلام اور انتظام المساجد باخراج اہل الفتن والمفاسد (تالیف مولوی محمد لدھیانوی) وغیرہ اسی سلسلے کے رسالے ہیں۔

علی گڑھ تحریک اور سرسید احمد خاں پر بہت کچھ لکھا گیا ہے مگر ابھی تک علمائے لدھیانہ اور سرسید احمد خاں کے تعلقات روشنی میں نہیں آئے ہیں۔ کانگریس کے قیام (۱۸۸۵ء) کے بعد جب سرسید احمد خاں نے اگلے سال ایجوکشنل کانگریس قائم کر کے مسلمانوں کو کانگریس کی شرکت سے باز رکھنا چاہا تو مولوی عبدالعزیز اور مولوی محمد لدھیانوی نے سرسید احمد خاں کے خلاف ایک زبردست محاذ قائم کیا اور انھوں نے ایک استفتا مع جواب بعنوان "نصرۃ الابرار" مرتب و شائع کیا جس میں دو سوال تھے۔ پہلا کانگریس میں شرکت اور عدم شرکت سے متعلق اور دوسرا سرسید احمد خاں کی قائم کردہ ایسوسی ایشن سے اشتراک سے متعلق اس فتوے پر اس دور کے تمام ممتاز علماء کے دستخط ہیں۔ یہاں تک کہ فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں کے دستخط بھی ہیں۔ اس فتوے کی اشاعت سے علماء لدھیانہ کی سیاسی بصیرت کا اندازہ ہوتا ہے۔

بڑی مسرت کی بات ہے کہ اس خاندان کے ایک معزز رکن اور فاضل مولانا محمد خلیل اللہ ربانی (ابن مولوی محمد سلیم مدظلہ) نے اس خاندان کے تفصیلی حالات اس کتاب میں پیش کئے ہیں اگرچہ یہ ایک علمی خاندان کی روداد ہے مگر دراصل تحریک آزادی اور جہاد حریت کی داستان کا ایک قیمتی حصہ ہے۔

(بقیہ صفحہ ۱۱۸ پر)

تو اپنی سرگذشت اب اپنے قلم سے لکھ
خالی رکھی ہے خامۂ حق نے تیری جبین

# مُقدّمہ

۱۔ رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علیّ وعلیٰ والدیّ وان اعمل صالحاً ترضٰہ واصلح لی فی ذریتی اِنی تبت الیک واِنّی من المسلمین ۔ (احقاف ۴۶/۱۵)

اے میرے پروردگار مجھے توفیق دے کہ میں ان انعامات کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین (اسلاف) پر کئے ۔ اور ایسے نیک اعمال کروں جو تجھے پسند ہوں ۔ اور میری اولاد کو میرے لئے بھلائی کا ذریعہ بنا ۔ میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور میں فرمانبرداروں میں سے ہوں ۔

۲۔ بندگاں را کجا کنی محروم
تو کہ با دشمناں نظر داری

میرے خالق تو نے میری طلب و استحقاق کے بغیر مجھے رحمۃ للعالمین کی اُمت میں اور خادم دین گھرانے میں پیدا کیا ۔ میری تعلیم و تربیت کے لئے بہترین اساتذہ کو مقرر فرمایا ۔

الف :۔ مولانا عبدالرحمٰنؒ البمبوی الامروہی عن مولانا محمد قاسمؒ بانی دار العلوم دیوبند ۔

ب :۔ مولانا عبداللہؒ کیورتھلوی عن مولانا عبدالحقؒ خیرآبادی عن مولانا فضلِ حقؒ خیرآبادی[۱]

---

[۱] مولانا عبدالرحمٰن البمبوی الامروہی کو دیکھئے نزہتہ الخواطر جلد ۸ نمبر ۲۳۰ اور مولانا عبداللہ کیورتھلوی (ف ۱۳۵۶ھ / ۱۹۳۷ء) ماہر علوم درس نظامی راقم کے نانا تھے ۔

پھر مجھے اپنی کتاب و سنّت کی تعلیم و تدریس میں مصروف رکھا۔ غلط کاری، بیکاری اور آوارگی سے محفوظ فرمایا۔ میری روح ان انعامات کے احساس سے انتہائی سرشار اور مخمور ہے۔ مگر قلم اس کے اظہار سے معذور ہے۔

نہ ہے قسمت کہ ہوں قرآن و سنّت کے سفیروں میں
کہ گذری زندگی میری مدارس کے مدیروں میں
کریما کر کرم مجھ پر میں ہوں تیرے فقیروں میں
الٰہی عاقبت میری ہو جنّت کے امیروں میں
نہیں مشکل ترے آگے تو تنہا دستگیروں میں
ترقی ہے دمادم تیری رحمت کے ذخیروں میں

## ۲۔ ہمارا مقصدِ حیات:

میرے محسن و مربّی تو نے عقل اور اختیار کی صلاحیت دے کر ہمیں حسنِ عمل کی آزمائش کے لئے ممتاز کیا ہے۔ اب اگر ہم۔

★ فخر اور بڑائی کو مقصد بنائیں تو شیطان بن جائیں گے۔
★ پیٹ اور خواہشات کو مقصد بنائیں تو حیوانوں سے بدتر ہو جائیں گے۔
★ لہٰذا ہمارا مقصدِ حیات ہے۔
- تیری رضا کا حصول، تیری مخلوق کی خدمت اور اصلاح کے ذریعے تیری ہدایات کے مطابق۔

★ نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اور جہاد تیری طرف سے ہمارا مستقل تربیتی نصاب اور فرض ہے۔

## ۳۔ ہمارے اسلاف:

میرے مرشد و ہادی تو نے مقصدِ حیات تک پہنچنے کے لئے ہمیں بے یار و مددگار نہیں چھوڑا بلکہ اپنی کتاب و سنت کے ساتھ ساتھ ہمارے اسلاف کے عمل کو بھی ہم تک پہنچایا۔

۱:- ۹۲ھ / ۷۱۱ء میں ہمارے مسلمان بزرگ پاک وہند میں بمعیت غازی محمد بن قاسمؒ فاتحانہ داخل ہوئے۔ اور تقریباً ساڑھے گیارہ سو سال ۱۲۷۴ھ / ۱۸۵۸ء تک اس ملک پر حکومت کرتے رہے۔

۲:- ۱۲۱۸ھ / ۱۸۰۳ء میں انگریز کی ایسٹ انڈیا کمپنی دار الحکومت دہلی پر قابض ہوئی، اور مسلمان بادشاہ کے اختیارات انتہائی محدود کر دیئے گئے۔

۳:- ان ایام میں سراج الہند شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ نے اس ملک کے دار الحرب ہونے کا فتویٰ جاری کیا۔

۴:- علماء ٹھٹھہ (سندھ) نے اس فتویٰ کے حوالے سے دیارِ سندھ کو دار الحرب قرار دیا۔[1]

۵:- بنگال میں حاجی شریعت اللہ نے فرائضی تحریک (احیاءِ فرائضِ اسلام) قائم کی۔

۶:- ۱۲۴۱ھ / ۱۸۲۶ء میں دہلی سے سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ نے تحریک مجاہدین شروع کی۔

۷:- ۱۲۷۳ھ / ۱۸۵۷ء میں مولانا عبد القادر لدھیانویؒ اور مولانا سیف الرحمٰن لدھیانویؒ وغیرہم، نے انگریز کمپنی کے خلاف فتویٰ فرضیتِ جہاد جاری کیا۔

۸:- ۱۲۹۷ھ / ۱۸۸۰ء میں مولانا نور محمد حقانی لدھیانویؒ نے عیسائی مشن اسکولوں اور عیسائی اخباروں کے بالمقابل اسلامیہ اسکولز اور صحیفہ "نورٌ علیٰ نور" جاری کئے۔

۹:- ۱۳۰۷ھ / ۱۸۹۰ء میں مولانا محمد لدھیانویؒ نے انگریز کے خود کاشتہ پودا مرزا غلام احمد قادیانی پر کفر کا فتویٰ جاری کیا۔

۱۰:- ۱۳۴۶ھ / ۱۹۲۸ء میں انگریز اور قادیانیت کے خلاف مجلس احرارِ اسلام قائم ہوئی تو

---

[1] علماء سندھ کے فتاویٰ جناب محمد ایوب قادری صاحب (پروفیسر اردو کالج کراچی) کے پاس محفوظ ہیں۔

مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ نے عرصۂ دراز تک اس کی صدارت اور راہنمائی کے فرائض سرانجام دیئے۔

۱۱:- ۱۳۵۶ھ / ۱۹۳۷ء میں مولانا محمد سلیم لدھیانویؒ ثم خیرپوری نے تمام اضلاع سندھ میں مدارس اسلامیہ کو توسیع وترقی دینا شروع کی۔

۱۲:- ۱۳۷۵ھ / ۱۹۵۵ء میں پاکستان کی اقتصادی اور زرعی ترقیات کے لئے اگریکلچرل اینڈ انڈسٹریل ڈیولپمنٹ کمپنی آل پاکستان کی صدارت اور راہنمائی کے فرائض سرانجام دینا شروع کئے۔

"رب العالمین تیرے ان خادمِ دین بندوں کا تذکرہ لکھتا ہوں
میرے قلم کو لغزش سے محفوظ فرما۔"

آمین یا مجیب الداعین

تنبیہ:- آئندہ ابواب حال سے ماضی کی طرف مرتب ہیں۔ ترتیب زمانی کے لحاظ سے حصہ دوم مقدم ہے۔
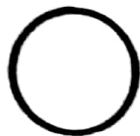
# حصہ اوّل سلیم آباد اور عوامی خدمات

## بابِ اوّل

## سلیم آباد اور اُس کے بانی کے مقامی حالات

سلیم آباد کا محل وقوع۔ مردم شماری۔ رقبہ۔ تاریخ تاسیس، مؤسس اور اس کی دس نمایاں خدمات۔

۱:۔ انتہائی بنجر اور ناکارہ اراضی کو قابلِ کاشت بنانا۔

۲:۔ عوام کی دینی راہنمائی کے لئے مدرسۃ الاسلام، دارالافتاء، درس قرآن و حدیث اور خطباتِ جمعہ و عیدین کا انتظام کرنا۔

۳:۔ سندھ کی تمام اہم دینی درسگاہوں سے رابطہ قائم کرنا۔ اور ان کے نصابِ تعلیم کو مہذب و مؤثر بنانا۔

۴:۔ خیر پور میرس کی سیاسیات میں اصلاحات کی جدوجہد کرنا۔

۵:۔ پنجابی آباد کاروں کے لئے قانون ساز اسمبلی ریاست خیر پور میرس میں حقوق متعین کرانا۔

۶:۔ خیر پور میرس میں سنی شیعہ اتحاد قائم کرنا۔

۷:۔ پاکستان کی زرعی اور اقتصادی ترقیات کے لئے ایگریکلچرل اینڈ اسٹریل ڈیولپمنٹ کمپنی آل پاکستان کی صدارت کے فرائض سرانجام دینا۔

۸:۔ پاکستان میں اسلامی دستور کے لئے جدوجہد کرنا۔

۹:۔ اپنی آل و اولاد کو دینی و دنیاوی علوم سے آراستہ کرنا۔

۱۰:۔ اصلاحات کی ابتدا اپنی ذات اور خاندان سے کرنا۔

## تفصیل:۔

بستی سلیم آباد:۔ میونسپلٹی خیر پور میرس کے حدود میں جانب شمال سکھر روڈ پر واقع تقریباً دو سو افراد اور تین سو ایکڑ اراضی پر مشتمل ہے۔

مولانا محمد سلیم صاحب لدھیانوی نے ۷، شوال ۱۳۵۶ھ مطابق ۲۱۔ دسمبر ۱۹۳۷ء میں اس کی بنیاد رکھی۔ موصوف ایک دینی، علمی، سیاسی اور زمیندار گھرانے کے چشم و چراغ ہیں۔

تعلیم، تبلیغ اور اشاعتِ دین سے آپ کو خصوصی لگاؤ رہا۔ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحؒ (ف ۱۳۶۲ھ / ۱۹۴۳ء) کی صحبت و تربیت نے آپ کی صلاحیتوں کو تزکیہ و جلا بخشا۔ اپنی تمام اولاد کو دینی تعلیماتِ عالیہ سے مزین و منور فرمایا۔ اور اسی حیثیت کے لوگوں سے رشتے ناتے اور تعلقات قائم کئے۔ لہٰذا اہلِ علم و فضل کی ایک جماعت آپ کے گرد جمع ہوگئی۔

آپ چک نمبر ۱۰۱-۵ ایل مضافات میاں چنوں ضلع ملتان میں معزز زمیندار اور نمبردار[1] تھے۔ آپ کے حسنِ کار اور خدمتِ خلق کے اعتراف میں سرکاری آفیسرز نے خطوط اور تعریفی سرٹیفکیٹ عطا کئے۔

اس وقت سلیم آباد کے قیام میں آپ کی چند خدمات کا تذکرہ مقصود ہے۔ شاید کہ کسی سعادت مند کے لئے نمونہ اور ترغیب کا ساماں بن سکیں۔ وبیدہ التوفیق

آپ نے سلیم آباد کی انتہائی بنجر اور ناکارہ زمین کو قابلِ کاشت بنایا۔ یہ زمین تقریباً ڈیڑھ فٹ گہرائی تک کلر (شور اور نمک) سے اٹی ہوئی تھی۔ بہت سے افراد اسے خریدتے اور چھوڑتے چلے گئے۔ گورنمنٹ اور عوام اس کی اصلاح اور آبادی سے ناامید تھے۔

ان حالات میں مولانا موصوف نے موقع کی مناسبت سے اس کو حاصل کیا۔ پھر محنتِ شاقہ مدتِ مدید اور مالِ کثیر کے صرف سے اس جنگل کو منگل بنا دیا۔ جو اس وقت لہلہاتے باغات اور سرسبز کھیتوں کی شکل میں ہر وارد کو دعوتِ عمل پیش کر رہے ہیں۔

اس غیر متوقع انقلاب کی اطلاع پاکر ایک ایگریکلچرل امریکی افسر نے اس زمین کا معائنہ کیا۔ مولانا موصوف کا انٹرویو اور فوٹو حاصل کیا اور کہا کہ امریکہ میں اس کی اشاعت

---

[1] پنجاب میں حکومت کی طرف سے دیہہ کا نمائندہ نمبردار کہلاتا ہے۔ اور اسے چند خصوصی مراعات حاصل ہوتی ہیں۔

کروں گا۔ پاکستان میں ماہنامہ زراعت لاہور بابت جون سنہ ۱۹۶۰ء نے مولانا محترم کی کارکردگی اور تعارف شائع کیا۔

## ۲

آپ نے عوام کی دینی ضروریات کے پیشِ نظر سلیم آباد میں مدرسۃ الاسلام اور دارالافتاء قائم کئے۔ مدرسۃ الاسلام میں ماحول کے مطابق بچوں اور بالغوں کو مفت تعلیم دی جاتی ہے۔ مدرسہ کے لئے عوام سے چندہ کرنا ممنوع ہے۔ اور دارالافتاء میں مختلف اضلاع سے آنے والے مسائل کے جوابات کتاب و سنت کی روشنی میں تحریر کئے جاتے ہیں۔

علاوہ ازیں جامع مسجد خیرپور، عیدگاہ اور دیگر اہم مقامات پر درس قرآن و حدیث اور خطبات جمعہ و عیدین کے لئے مستند علماء مقرر کئے جن سے ہر ماہ سینکڑوں بندگانِ خدا مستفید ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسے صدقۂ جاریہ مستمرہ بنائے۔ ویرحم اللہ عبداً قال آمینا

آپ نے سندھ کی تمام اہم دینی درسگاہوں سے رابطہ قائم کیا ان میں سے اکثر کے نصابِ تعلیم کو مؤثر و مہذب بنایا اور مستند اہلِ علم کو بحیثیت صدر مدرس مقرر کیا تاکہ مجوزہ نصاب کے مطابق علمی افراد پیدا ہوں۔

اس مقصد کے لئے درج ذیل تعلیم گاہوں میں سلیم آباد کے اساتذہ نے کام کیا ہے۔

## ضلع خیرپور میرس

۱۔ جامعہ دارالہدیٰ۔ موضع ٹھیڑھی تعلقہ خیرپور میرس

۱۲۔ مدرسہ عربیہ حاجی احمد بخش پھلپوٹو مرحوم منشی محلہ خیرپور میرس

۱۳۔ مدرسہ حفظ القرآن سرائی فتح علی خاں مرحوم۔ خیرپور میرس

۱۴۔ گورنمنٹ ممتاز ڈگری کالج خیرپور میرس

## ضلع نواب شاہ

۱۵۔ مدرسہ اسلامیہ۔ قریشی محلہ نواب شاہ

۱۶۔ مدرسہ جامعہ محمدیہ، پڈعیدن ریلوے جنکشن

۱۷۔ مدرسہ اسلامیہ گوٹھ ارائیں آباد۔ دایا لاکھا روڈ

## ضلع سانگھڑ

۱۸۔ مدرسہ و مسجد کوثر العلوم، نزد میونسپل آفس۔ ٹنڈو آدم

۱۹۔ مدرسہ جامعہ محمدیہ فقیر منٹھار۔ گوٹھ بچے ڈنو دریاہ نزد ٹنڈو آدم

## ضلع تھرپارکر

۱۰۔ مدرسہ انوار العلوم گوٹھ حاجی محمد علی ہالیپوٹو۔ نزد میرپور خاص

## ضلع حیدرآباد

۱۱۔ مدرسہ دار الرشاد۔ موضع پیر جھنڈا۔ نزد ریلوے اسٹیشن سعید آباد

۱۲۔ مدرسہ دار الرشاد۔ درگاہ شریف پیر جھنڈا جدید۔

۱۳۔ مدرسہ مدینۃ العلوم۔ موضع بھنڈ شریف نزد ریلوے اسٹیشن راہوکی

۱۴۔ مدرسہ احیاء العلوم محلہ کھیا آباد۔ حیدرآباد

۱۵۔ مدرسہ تہذیب البنات ٹنڈو الہیار ضلع حیدرآباد

۱۶۔ جامعہ اسلامیہ ٹنڈو الہیار ضلع حیدرآباد

۱۷۔ مدرسہ اسلامیہ گوٹھ حاجی محمد صدیق لغاری نزد ریلوے اسٹیشن سلطان آباد
۱۸۔ دار العلوم منصورہ (ڈیپر) نزد ہالا
۱۹۔ شاہ ولی اللہ اورنٹیل کالج منصورہ (ڈیپر) نزد ہالا

## ضلع نگر ٹھٹہ

۲۰۔ مدرسہ اسلامیہ گوٹھ مولوی ابوبکر مرحوم۔ نزد میرپور ساکرہ

## ضلع کراچی

۲۱۔ دار العلوم موضع لانڈھی۔ کراچی ۱۴
۲۲۔ مدرسہ اشرف المدارس۔ ناظم آباد نزد ریلوے اسٹیشن نارتھ ناظم آباد

## ضلع دادو

۲۳۔ مدرسہ دار الفیوض، اخوند محلہ نزد مسجد جیوٹ شاہ

## ضلع سکھر

۲۴۔ مدرسہ اشرفیہ، حکیم فضل اللہ مرحوم۔ شکارپور
۲۵۔ مدرسہ دار القرآن، نزد بڑا تالاب موریانی روڈ شکارپور
۲۶۔ دار العلوم منزل گاہ (ادارہ تعمیرِ نو) شہر سکھر
۲۷۔ جامع مسجد الیسو فرٹیلائزر کالونی۔ ڈہرکی ضلع سکھر

## ضلع جیکب آباد

۲۸۔ حمیدیہ ہائی اسکول۔ جیکب آباد شہر
۲۹۔ مدرسہ بحر العلوم حاجی الٰہی بخش بھیم۔ جیکب آباد شہر

## اضلاع پنجاب وغیرہ

پنجاب اور بلوچستان کے چند اضلاع میں بھی سلیم آباد کے اساتذہ و معلّمین کام کر چکے ہیں۔ تفصیلی تعارف بطور ضمیمہ پیش کیا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

درسِ نظامیہ کی تہذیب و اصلاح کے لیے ہم جس نصاب کی دعوت و سفارش کرتے ہیں وہ درج ذیل ہے۔

## نصابِ تعلیم

(ابتدائیہ، ثانویہ اور عالیہ)

### ★ ابتدائیہ (چھ مضامین)

۱:۔ حفظ و تجوید پارہ عم (نصف ثانی)

۲:۔ حفظ و تجوید ادعیہ ماثورہ (معمولات لیل و نہار)

۳:۔ تکمیلِ قرآن مجید (ناظرہ)

۴:۔ اسلامی عقائد، اخلاقِ حمیدہ، اخلاقِ ذمیمہ، طہارت اور نماز کی زبانی اور عملی تفہیم و تربیت

۵:۔ کتابت (خوش خطی اور املا)

۶:۔ حساب (مڈل کے معیار تک)

### ★ ثانویہ (سات مضامین)

۱:۔ قواعد عربی۔ مع ترجمتین (ٹرانسلیشن) و مشق مراجعۃ الی اللغۃ العربیۃ

۲:۔ ادب عربی۔ انتخاب نثر و نظم مع اجرار قواعد

۳:۔ قرآن مجید:۔ ترجمہ مع حل مشکلات تفسیریہ

۴:۔ حدیث۔ صحیح مسلم۔ مع مختصر اصول حدیث

۵:۔ فقہ۔ (۱) بدایۃ المجتہد۔ لابن رشد رح

(٢) سراجی مع مشق تخریج مسائلِ میراث

٦:- معاشرتی علوم۔ انتخاب (تاریخ۔ جغرافیہ۔ شہریت) مع انتخاب مقدمہ ابن خلدونؒ

٧:- تحریر۔ فتویٰ۔ رپورٹ اور مقالہ لکھنے کی تربیت۔

## ★ عالیہ (بقیہ مضامین)

١:- درسِ نظامی کے بقیہ علوم و کتب

٢:- درجاتِ تخصص۔

٣:- امتحانات رائج الوقت

ہم اپنے طلبار سے یہ عہد (حلف نامہ) بھی لیتے ہیں کہ:-

١۔ وہ دین کا خادم بنے گا۔

٢۔ لوگوں سے کوئی دنیاوی طمع نہیں رکھے گا۔

٣۔ سادہ کھانے سادہ پہننے، سادہ رہنے اور زمین پر سونے سے نفرت نہیں کریگا۔

اہلِ مدارس کو ہم سفارش کرتے ہیں کہ طلبار کو حسبِ استطاعت بنوٹ اور گتکہ (فنِ سپاہ گری) سے واقف رکھا جائے اور خدماتِ باہمی کی تربیت دی جاتی رہے۔

## (٤)

مولانا محترم نے خیرپور میرس کی سیاسیات میں بھرپور حصہ لیا اور اس کی اصلاح و تربیت فرمائی۔

قیام پاکستان سے قبل جب یہاں مسلم لیگ کی شاخ قائم ہوئی تو آپ اس کے خازن[١] مقرر ہوئے۔ مسلم لیگ کے لئے پُرخلوص جد وجہد کی۔ اس کی خامیوں کو دُور کیا۔ ہندوؤں کے خلاف مسلم نوجوانوں کے اشتعال کو روکا۔ ان کو عدل و انصاف پر رہنے کی تلقین کی۔

---

[١] میر خان محمد اس کے صدر اور غلام رسول وکیل سیکریٹری تھے۔

اس طرح مسلم لیگ کے حلقہ اثر کو وسیع کیا۔

قیام پاکستان کے بعد گورنر جنرل غلام محمد اور وزیر اعظم خواجہ ناظم الدین خیرپور میرس کے دورے پر تشریف آور ہوئے تو انھوں نے سلیم آباد پہنچ کر مولانا موصوف کے مکان پر ملاقات کی۔

گورنمنٹ خیرپور نے ازراہِ قدر شناسی ایک فلور مل آپ کے نام الاٹ کردی۔

آرڈر نمبر ۲۰/آر۔اے۔ایچ دفتر آبادکاری خیرپور میرس مورخہ ۲۶ جون ۱۹۵۰ء۔

مگر مولانا محترم نے اس مل کو قبول کرنے سے یہ کہتے ہوئے معذرت کردی کہ میں نے ملک اور ملت کی خاطر اگر کوئی خدمت کی ہے تو اس کا اجر خدا تعالیٰ کے پاس محفوظ ہے۔

## ۵

آپ نے یہاں کے پنجابی آبادکاروں کے لئے خیرپور قانون ساز اسمبلی میں نمائندگی اور اس کے لئے ووٹ دینے کے حقوق بلا شرط بدت منظور کرائے۔ جبکہ حکومت خیرپور صرف ان اشخاص کو یہ حقوق دینا چاہتی تھی جو گذشتہ چھ سال سے اپنی رہائش ثابت کریں۔

محترم مولانا نے پنجابی آبادکاروں کی ایک انجمن بنائی۔ خود اس کے سیکرٹری بنے، اور حکامِ بالا سے رابطہ قائم کرکے چیف منسٹر خیرپور کو آمادہ کیا کہ وہ آپ کے مطالبات منظور کرے چنانچہ چیف منسٹر ریاست خیرپور کے جواب کا اردو ترجمہ درج ذیل ہے۔

نمبر ۲۲۴/سی۔ایم۔او دفتر چیف منسٹر ریاست خیرپور میرس سندھ
مورخہ ۲۶۔مئی ۱۹۵۲ء

بخدمت مولوی محمد سلیم جنرل سیکرٹری انجمن پنجابیان
ریاست خیرپور میرس

بحوالہ آپ کے مکتوب محررہ ۲۲۔اپریل ۱۹۵۲ء مجھے ہدایت کی گئی ہے کہ آپ کو اس

امر سے آگاہ کر دوں کہ گورنمنٹ ہمیشہ سے مہاجرین اور پنجابی آبادکاروں کی خیرپور قانون ساز اسمبلی میں نمائندگی کی خواہاں رہی ہے اور اسی مقصد کے پیشِ نظر قانون ساز اسمبلی کے بجٹ سیشن کے دوران ایک بل پیش کیا گیا تھا مگر اس پر غور ملتوی کر دیا گیا تھا۔

اب یہ بل آئندہ اجلاس میں اسمبلی کے زیرِ غور آئے گا اور جوں ہی یہ پاس ہو جائے گا اور دربار سے اس کی منظوری حاصل ہو جائے گی تو مہاجر اور پنجابی نمائندے برائے قانون ساز اسمبلی نامزد کر دیئے جائیں گے۔

آپ کا مخلص

پی۔ اے چیف منسٹر ریاست خیرپور میرس

(۶)

مولانا محترم نے خیرپور میں سُنی شیعہ اتحاد قائم کرنے کے لئے ایک سیرت النبیؐ کمیٹی قائم کی اور کئی سال تک اس کی صدارت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ قیامِ پاکستان کے بعد شیعہ مہاجرین بکثرت خیرپور میرس میں وارد اور مقیم ہوئے جبکہ سابق آبادی کی اکثریت اہلِ سنّت پر مشتمل تھی لہٰذا مہاجرین و انصار میں مذہبی تنازعہ کو اعتدال پر لانے کے لئے سیرت النبیؐ کمیٹی قائم کی گئی۔

اور ہر سال دونوں مذاہب کے اعتدال پسند بزرگوں کو دعوت دے کر سیرت النبیؐ کے موضوع پر ایک ہی اسٹیج سے تقاریر کرائی گئیں۔ اس طرح باہمی اتحاد و اعتماد کو تربیت دی جاتی رہی۔

(۷)

مولانا موصوف نے ملک کی زرعی اور اقتصادی ترقیات کے لئے ساڑھے چھ سال تک (۲۱/۱۲/۵۵ تا ۲۹/۶/۶۲) ایگریکلچرل اینڈ انڈسٹریل ڈویلپمنٹ کمپنی آل پاکستان لمیٹڈ۔ لاہور کی صدارت کے فرائض سرانجام دیئے۔

اس کمپنی کا آغاز تقریباً ۱۹۵۲ء میں ایک لاکھ روپے کے سرمایہ سے ہوا تھا۔ جو ۱۰۰ سو روپے

کے ہزار حصص پر منقسم تھا۔ چند تعارفی عنوانات درج ذیل ہیں۔

## اغراض ومقاصد

۱:۔ زمین خرید کر یا پٹے پر حاصل کر کے کاشت کرنا یا کرانا۔

۲:۔ نکمی بیکار زمینوں کی اصلاح کرنا یا کرانا۔

۳:۔ مشینی اور اجتماعی کاشت کو رواج دینا۔

۴:۔ کاشت کاروں اور زمینداروں کے لئے قابلِ اعتماد بیج اور پودے فراہم کرنا اور فروخت کرنا۔

۵:۔ ٹیوب ویل لگانا، ڈیزل انجن، پمپ، ٹریکٹر اور زرعی آلات کی خرید فروخت کرنا۔

۶:۔ مرغیاں اور شہد کی مکھیاں پالنا، بھیڑوں کی افزائشِ نسل کے فارم بنانا اور فروخت کرنا۔

۷:۔ زمینداریوں کا خاطر خواہ انتظام کرنا۔

## بورڈ آف ڈائریکٹرز

۱:۔ مولانا محمد سلیم صاحب۔ زمیندار و رئیس سلیم آباد خیر پور میرس۔ چیرمین

۲:۔ حکیم سردار محمد خاں صاحب بی۔ اے، ایل ایل بی ایڈوکیٹ۔ کچہری روڈ گجرات۔ ڈائریکٹر

۳:۔ چوہدری محمد صادق صاحب بھٹی، سیداگول نزد لالہ موسیٰ ضلع گجرات۔ ڈائریکٹر

۴:۔ ڈاکٹر محمد موسیٰ خاں صاحب ایم۔ بی۔ بی۔ ایس (پنجاب) ڈی۔ ٹی۔ ایم (لیورپول) ڈی۔ پی۔ ایچ (لندن) ۲، بی ماڈل ٹاؤن۔ لاہور۔ ڈائریکٹر

۵:۔ صوبیدار میجر چوہدری فتح خاں صاحب، ملک پور ضلع گجرات۔ ڈائریکٹر

۶:۔ چوہدری محمد مظہر الحق صاحب زمیندار، محراب پور، ضلع نوابشاہ۔ ڈائریکٹر

۷:۔ آغا رشید احمد خاں صاحب بی۔ اے (آنرز) ایل۔ ایل۔ بی ایڈوکیٹ زلفِ بنگال بلڈنگ۔ لال کرتی۔ راولپنڈی۔ ڈائریکٹر

## آڈیٹران

۱۔ عمر دین چوہدری اینڈ کمپنی رجسٹرڈ۔ اکاؤنٹس آڈیٹرز ۲۴/۲۵ دی مال۔ لاہور

## چیف آرگنائزر

۱۔ چوہدری محمد خاں صاحب۔ کوٹ بیلہ ضلع گجرات

## منیجر

۱۔ مرزا شریف احمد بیگ۔ ایڈیٹر رسالہ زراعت
ہیڈ آفس ۵۹۔ میکلوڈ روڈ۔ لاہور

## منیجنگ ایجنٹس

زمیندار برادرز لمیٹڈ ۵۹ میکلوڈ روڈ۔ لاہور

(از ماہنامہ زراعت لاہور بابت جون ۱۹۶۰ء۔ پنجاب ایگریکلچر کالج لائل پور
گولڈن جوبلی نمبر)

کمپنی کی بڑھتی ہوئی مقبولیت اور رفتار کے تناسب سے قابلِ اعتماد کارکنان مہیا نہ ہوسکے لہٰذا ۲۹/۶۲ دفتر کمپنی کے اجتماعِ عام میں بمشورہ جملہ حصہ داران کمپنی کو بند کر دیا گیا و ما تشاؤن الّا ان یشاء اللہ۔

## (۸)

محترم مولانا نے قیامِ پاکستان کے ساتھ ہی اسلامی دستور کی تدوین اور نفاذ کے لئے بھرپور جدوجہد شروع کر دی تھی۔ اس وقت کے ہر گورنر، صدر اور اہم سیاسی شخصیتوں

سے میل وملاپ اور گفت وشنید کی گئی ۔ وفود کی شکل میں ارباب اقتدار سے ملاقاتیں کیں اور بذریعہ خطوط ترغیب دی گئی ۔

آپ چونکہ عالم دین، دینی مدارس کی نصاب کمیٹیوں کے مشیر، مقامی مسلم لیگ کے خازن، انجمن پنجابیان کے جنرل سیکریٹری، سُنی شیعہ اتحاد کے داعی، سیرت النبیؐ کمیٹی کی بانی اور صدر، ایگریکلچرل اینڈ انڈسٹریل ڈیویلپمینٹ کمپنی آل پاکستان کے چیرمین اور دیگر متعدد ذمہ داریوں کے حامل تھے ۔ اس لئے آپ نے یہ ضروری سمجھا کہ ملک کی دستوری جدوجہد میں حصہ لیں ۔

لہذا محترم موصوف نے موافق یا مخالف ہر قسم کے حالات میں حسب استطاعت یہ فریضہ بھی سرانجام دیا ہے ۔

نہ برگ و بار کی پرواہ نہ انتظارِ رفیق
یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق
خدا پہ گر ہے بھروسہ تو ہو یگانہ رواں
خدا سے بڑھ کے نہیں برگ و بار کی توفیق

اس سلسلے میں آپ کا ایک کھلا مکتوب بنام سابق صدر جنرل ایوب خان ماہنامہ "زراعت" لاہور بابت جون ۱۹۶۰ء میں شائع ہوا تھا ۔

## ۹

مولانا محترم نے اپنی آل واولاد کو زندگی کے اہم شعبوں کی تعلیم وتربیت دی ۔ زراعت وسیاست کی مصروفیات متعلقین کو تعلیم کی طرف متوجہ کرنے سے مانع تھیں ۔ مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو توفیق ارزاں فرمائی ۔ چنانچہ اس وقت (۱۹۷۶ء) آپ کی اولاد در اولاد خورد وکلاں جملہ ستر (۷۰) کے لگ بھگ ہیں اور ان کے تعلیمی اعداد وشمار حسب ذیل ہیں ۔

| | | |
|---|---|---|
| ۱۔ | فاضل علوم شرقیہ و درسِ نظامیہ | ۱۰ |
| ۲۔ | حافظ قرآن مجید | ۵ |
| ۳۔ | عالم ضروریاتِ دین (معیار ادیب) | ۵ |
| ۴۔ | فاضل طب مشرقی و ہومیوپیتھک | ۳ |
| ۵۔ | ایم۔ بی۔ بی۔ ایس | ۱ |
| ۶۔ | ایم۔ ایس۔ سی | ۱ |
| ۷۔ | ڈی۔ وی۔ ایم | ۱ |
| ۸۔ | بی۔ ایس۔ سی | ۳ |
| ۹۔ | ایم۔ اے عربی | ۱ |
| ۱۰۔ | ایم۔ اے اسلامیات | ۱ |
| ۱۱۔ | ایم۔ اے ریلیجن | ۱ |
| ۱۲۔ | ایم۔ اے انگلش | ۲ |
| ۱۳۔ | ایم۔ اے اقتصادیات | ۱ |
| ۱۴۔ | ایل۔ ایل۔ بی | ۱ |
| ۱۵۔ | بی۔ اے۔ بی۔ ٹی | ۱ |
| ۱۶۔ | بی۔ اے | ۲ |
| ۱۷۔ | ایف۔ ایس۔ سی | ۲ |
| ۱۸۔ | ایف۔ اے | ۳ |
| | | ۴۴ |

# خلاصہ

| سال | ۱۹۷۶ء |
|---|---|
| تعلیم یافتہ افراد | ۴۴ |
| پرائمری اور بچے | ۲۶ |
| میزان | ۷۰ |

## (۱۰)

مولانا محترم نے تعلیم و تبلیغ اور اصلاحات کے جملہ کام اپنی ذات اور خاندان سے شروع کئے۔ آپ کا قول ہے کہ ایک زمیندار مسلمان کے لئے سب سے مشکل کام اپنے خاندان کی عورتوں اور لڑکیوں کو زمین (غیر منقولہ جائداد) کا وارث بنانا ہے۔ بہت سے مسلمان حیلہ و بہانے سے لڑکیوں کو جائداد سے محروم کر دیتے ہیں۔

مگر مولانا موصوف نے اپنی جائداد اور ان کے کلیم جو صرف آپ کے نام منتقل ہو چکے تھے خاندان کی لڑکیوں اور عورتوں کو بقدر حصہ منتقل کر دیئے ہیں۔ اسی طرح اپنی پیدا کردہ جائداد بھی تمام اولاد کو بقدر حصہ منتقل کر دی ہے اور آئندہ نسل کو وراثتِ اسلامیہ پر عمل کرنے کی وصیت کرتے رہتے ہیں۔

اپنی اولاد کے نکاح، شادیاں بطریقِ مسنون انتہائی سادہ طور پر کر کے اس رسم کو سہل بنا دیا ہے۔ مناسب تھا کہ نکاح کے چند واقعات کا تذکرہ ہوتا مگر خوفِ طوالتِ تحریر سے مانع ہے۔

# چند اوصاف

خودداری، سادگی، محنت، جفاکشی، توکل، صبر و شکر، حق گوئی و بیباکی، بدنی صحت اور تندرستی آپ کی نمایاں صفات ہیں۔ ان میں اکثر صفات کا مظاہرہ آپ کے دینی، سیاسی

اور زرعی مشاغل ہیں اور بدنی صحت کا اندازہ درج ذیل حالات سے ہو سکتا ہے۔

۱۔ اسی سال کی عمر تک آنکھوں کو چشمہ کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ پہلی رات کا چاند بلا تکلف دیکھتے رہے۔

۲۔ اکثر ظہر کے وضو سے عشاء کی نماز ادا کرتے رہے۔

۳۔ رمضان المبارک میں ہر ہفتہ اور بقیہ سال میں ہر ماہ قرآن مجید ختم کرتے رہے۔

۴۔ اسی سال کی عمر تک تین نکاح کئے۔ چوتھا نکاح اسی سال کے بعد کیا جس سے تین بچے پیدا کئے۔

اس وقت (۱۳۹۶ھ ۱۹۷۶ء) آپ کی عمر ۸۸ سال کے لگ بھگ ہے مگر کام کاج میں پھرتی اور چستی، نماز تہجد اور تلاوت قرآن مجید میں دلچسپی اخبارات و رسائل کے مطالعہ کا اہتمام بدستور قائم ہے۔ بڑی سے بڑی مصیبت اور مشکل نے آپ کو پریشان نہیں کیا۔ ہمہ وقت دل و دماغ کے اطمینان و سکون سے سرشار لاخوف علیہم ولا ھم یحزنون کی سی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ راقم الحروف نے آپ کی زندگی کا حاصل (قد فاز فوزاً عظیماً) معلوم کیا ہے
۱۳۰۷
ان کلمات کے اعداد آپ کی ولادت کا سن ہجری بھی ہے۔

تمنا آبرو کی ہو اگر گلزارِ ہستی میں
تو کانٹوں میں الجھ کر زندگی کرنے کی خو کرے
اگر منظور ہو تجھ کو خزاں ناآشنا رہنا
جہانِ رنگ و بو سے اپنی قطع آرزو کرے

---

# باب دوم

## بانیِ سلیم آباد کے ابتدائی اڑتالیس[۴۸] سالہ حالاتُ
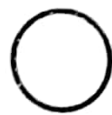
## مولانا محمد سلیم بن مولانا محمد عظیمؒ

معروف نام :- محمد سلیم

تاریخی نام :- عزیب الدین
۱۳۰۷ھ

لقب :- صاحب الرؤیا
(خواب والا)

یکم ربیع الاول ۱۳۰۷ھ مطابق ۲۶۔ اکتوبر ۱۸۸۹ء لدھیانہ شہر میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم لدھیانہ ہی میں مولانا نور محمد حقانی کے مدرسہ حقانیہ میں اور مولانا عبدالعزیز کے مدرستہ الالٰہ (اللہ والا مدرسہ) میں حاصل کی۔ ثانوی اور اعلیٰ تعلیم کے لئے مظاہر العلوم سہارنپور میں داخل ہوئے جبکہ مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوریؒ (ف ۱۳۴۵ھ / ۱۹۲۷ء) وہاں کے شیخ الحدیث اور صدر المدرسین تھے۔

مظاہر العلوم سے فارغ ہو کر چند سال تک اپنے والد کی زرعی اراضی (واقع چک ۴۴۸ گ۔ب ضلع لائل پور وغیرہ) کی تعمیر و ترقی میں مصروف رہے۔ ساتھ ہی کچھ تعلیم و تدریس کا شغل بھی جاری رکھا۔

جب آپ کے والد نے چک مذکور کی اراضی فروخت کر دی تو آپ نے جدید اراضی کی تلاش و حصول کے لئے چک ۲۳۱ گ۔ب نور پور ضلع لائل پور میں پانچ سال (۱۳۳۴ھ / ۱۹۱۶ء تا ۱۳۳۸ھ / ۱۹۲۰ء) قیام کیا اور ملک کے مختلف اضلاع کا سفر کرتے رہے۔ اسی دوران رام پور (انڈیا) کی ایک مسجد میں دوپہر کو آرام کیا۔ امام مسجد نے مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کا ایک رسالہ پڑھنے کو دیا اس کا مطالعہ کرتے ہوئے سو گئے۔ [۱]

---

[۱] اس رسالہ کے مطالعہ اور خواب کے ذریعہ آپ کو مولانا تھانویؒ کا پہلا تعارف حاصل ہوا۔ قبل ازیں ان سے واقف نہ تھے۔ پھر ڈیڑھ سال بعد ان سے ملاقات اور بیعت کی۔ اس خواب سے متعلقہ مباحث کی تفصیل درج ذیل حوالجات میں دیکھئے۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نیند میں مولانا تھانویؒ کے متعلق وہ خواب دیکھا جو عرصہ دراز تک مذہبی حلقوں میں موضوع بحث بنا رہا۔ یہ خواب شعبان ۱۳۳۵ھ مطابق جون ۱۹۱۷ء کا واقعہ ہے۔ اس کے متعلق فریقین کی بحثوں میں آپ صاحب الرؤیا مشہور ہوئے۔

## قیام ضلع ملتان:۔

چک ۱۰۱ ایل ۱۵ علاقہ میاں چنوں ضلع ملتان میں آپ نے پچاس ایکڑ زرعی اراضی اور نمبرداری حاصل کی تقریباً انیس سال ۱۳۳۸ھ ۱۹۲۰ء تا ۱۳۵۸ھ ۱۹۳۹ء یہاں قیام رہا۔ یہ چک نیا آباد ہوا تھا۔ اکثریت ایسے جاہل مسلمانوں پر مشتمل تھی جو مشرقی پنجاب کی سکھ بستیوں سے منتقل ہو کر یہاں آباد ہوئے تھے۔

سکھوں کے زیر اثر رہنے کی وجہ سے یہ لوگ شدید احساس کمتری کا شکار تھے۔ ان کے بہت سے مردوں اور عورتوں کے نام سکھوں اور غیر مسلموں کے نام تھے۔ گائے کے گوشت سے نفور بلکہ مخالف اور کئی قسم کی جاہلی رسوم میں مبتلا تھے۔ لہذا محترم مولانا نے اس گاؤں میں مندرجہ ذیل اصلاحات کیں۔

۱:۔ ان لوگوں کو صحیح اسلام سے متعارف کیا جس سے احساس کمتری اور سکھوں کا رعب زائل ہوا۔

۲:۔ گائے کی قربانی کو رواج دیا۔

۳:۔ بچوں کے لئے ام المدارس لدھیانہ کی طرز کا مدرسہ قائم کیا۔

---

بقیہ حاشیہ۔ ۱۔ ماہنامہ الامداد تھانہ بھون (متعدد پرچے) بابت ۱۳۳۶ھ

۲۔ ماہنامہ "النور" تھانہ بھون بابت رجب ۱۳۴۷ھ مضمون موائد العوائد فی زوائد الفوائد تحت فائدہ ثالثہ واربعون: تذنیب ثانی

۳۔ سیف یمانی صفحہ ۳۴ تا ۱۵ مطبوعہ ۱۳۴۸ھ مؤلفہ مولانا محمد منظور نعمانی مدیر ماہنامہ الفرقان لکھنؤ۔ انڈیا

۴۔ امداد الفتاویٰ (مبوب) جلد چہارم صفحہ ۲۴۹ تا ۲۹۵ مؤلفہ مولانا اشرف علی تھانوی مطبوعہ ۱۳۷۵ھ ۱۹۵۶ء دار الاشاعت مولوی مسافر خانہ۔ کراچی۔

۴۔ غیر اسلامی نام تبدیل کئے گئے۔

۵۔ بالغ عورتوں کے لئے تعلیم اور دستکاری کا انتظام کیا۔

۶۔ شادی غمی کی فضول رسومات کا سدِّ باب کیا گیا۔

۷۔ اس علاقے کی معاشی بہبود کے لئے چند دیہات میں انجمن ہائے امدادِ باہمی قائم کیں جن میں گورنمنٹ بھی اعانت کرتی تھی۔ اس وقت کے رجسٹرار کوآپریٹو سوسائٹیز نے اس موقع پر آپ کو جو خط لکھا اس کا اردو ترجمہ درج ذیل ہے۔

نمبر ۳۱۴ - ایس

از:- ایم۔ایل ڈارلنگ آئی۔سی۔ایس رجسٹرار کوآپریٹو سوسائٹیز
پنجاب، دہلی وشمالی مغربی سرحدی صوبہ

بخدمت ایم محمد سلیم صدر چک ۱۰۱/ ایل۔ ۱۵ کریڈٹ سوسائٹی ڈاک خانہ
چک ۱۰۹/ ایل۔ ۱۵ تحصیل خانیوال ضلع ملتان

جناب آپ نے ۲۸-۱۹۲۷ء کے دوران امدادِ باہمی کی تحریک کی جو اعانت فرمائی ہے میں اس کا شکریہ کے ساتھ اعتراف کرتا ہوں۔

آپ کا فرمانبردار خادم
رجسٹرار کوآپریٹو سوسائٹیز پنجاب دہلی وشمال مغربی سرحدی صوبہ
۱۱۔ جنوری ۱۹۲۹ء

## چند تفریحی مشاغل

مولانا محترم کے ایّامِ جوانی میں دلچسپ تفریحی مشاغل حسب ذیل تھے۔

۱۔ عمدہ بہترین نسل کے گھوڑے پالنا۔

۲۔ گھوڑا دوڑانے میں مسابقت و مقابلہ کرنا۔

۳۔ گھوڑے پر چھلانگ لگا کر اس طرح سوار ہونا کہ صرف ایک ہاتھ استعمال ہو اور

دوسرا ہاتھ بالکل جام اور بند ھا رہے۔

۴:۔ باہم بازو پکڑنے اور چھڑانے میں مقابلہ کرنا جسے پنجابی میں بینی پکڑنا کہتے ہیں۔

۵:۔ پیدل تیز رفتار چلنے میں مسابقت و مقابلہ کرنا۔

۶:۔ سائیکل چلانے میں مسابقت و مقابلہ کرنا۔

آپ کو یہ توفیقِ خداوندی ہمیشہ حاصل رہی کہ باہمی مقابلہ میں کبھی شکست نہیں کھائی۔ تقریباً پینتالیس سالہ عمر میں ایک سکھ نوجوان سے سائیکل چلانے میں مقابلہ ہوا۔ پچاس میل مسافت کچا راستہ چھ گھنٹے میں طے کرنا تھا۔ سکھ نوجوان نے بیس میل کی مسافت کے بعد اپنی شکست تسلیم کر لی۔ مگر آپ نے مقررہ وقت میں پچاس میل کا فاصلہ طے کر لیا۔

مولانا محترم نے اس قسم کے مشاغل اپنے ماحول کے کفار کو مرعوب کرنے اور اعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ (پ ۱۰) پر عمل کرنے کی نیت سے اختیار کئے تھے۔ بار بار اس کا زبانی اظہار کرتے تھے۔ پاکستان قائم ہونے پر جب کشمیر میں جنگ شروع ہوئی تو استطاعت سے بڑھ کر چندہ دیا اور آبدیدہ ہو کر بھرائی ہوئی آواز میں فرمایا کہ شاید مجھے بھی اس جہاد میں شرکت کی دعوت دی جائے۔ میں شہادت کی موت چاہتا ہوں۔

راقم الحروف کا خیال ہے کہ آپ کو شوقِ جہاد اور جذبۂ شہادت بطور وراثت عطا ہوا تھا اس لئے کہ آپ کے پرنانا مولانا عبد القادر لدھیانوی نے جہادِ آزادی ۱۸۵۷ء میں فرضیتِ جہاد پر فتویٰ جاری کیا تھا۔ آپ کے پردادا مولانا محکم الدین نے اس جہاد میں بھرپور عملی حصہ لیا تھا۔ اور آپ کے والد مولانا محمد عظیم نے شاہ اسمٰعیل شہید رحمہ کی طرز پر جہاد کی مشقیں کیں تھیں۔ تفصیلات آئندہ ابواب میں ملیں گی۔ لہٰذا آنجناب میں بھی جذبۂ جہاد موجزن تھا۔ الولد سر لابیہ۔

**قیام خیر پور میرس:۔** مولانا محترم ضلع ملتان میں اپنے گاؤں کے معزز زمیندار اور نمبردار تھے۔ سرکاری آفیسرز آپ کے مہمان ہوتے اور مشورہ دیتے کہ اپنے لڑکوں کو جدید تعلیم سے آراستہ کریں تاکہ وہ حکومت کے بڑے عہدوں پر فائز ہو سکیں۔

مگر آپ کا جواب ہر دفعہ یہی تھا کہ انگریزی تعلیم گاہیں ایمان اور اخلاق کی قتل گاہیں

ہیں۔ لہٰذا میں اپنے ہاتھوں اپنی اولاد کو ان میں کیسے جھونک دوں۔ اس لئے موصوف نے اپنے اکثر لڑکوں کو پرائمری کے بعد دارالعلوم دیوبند سے فارغ التحصیل کرایا۔

اپنی اولاد کی معاشی بہبود کے لئے خیرپور میرس سندھ میں تین صد ایکڑ اراضی خرید کی اور بمطابق حصۂ میراث تمام اولاد میں تقسیم کر دی۔ پھر قیام پاکستان کے بعد نئی نسل کو جدید تعلیم کی اجازت دی جس کے اعداد و شمار باب اوّل میں بیان ہوئے۔

**تعمیر سلیم آباد :-** ۱۷ شوال ۱۳۵۶ھ مطابق ۲۱۔ دسمبر ۱۹۳۷ء میں دیہہ گجو متصل خیرپور میرس میں بستی سلیم آباد کی بنا رکھی گئی۔ اس کی تعمیر و توسیع کے لئے مختلف افراد سے اراضی خرید کی گئی۔

۱:۔ دیہہ کانجن علاقہ پیر گوٹھ اور دیہہ گجو متصل خیرپور میرس میں ملک بوٹا رام اور حسن علی شاہ پنجابیان کی مشترکہ اراضی قابلِ فروخت تھی جو دونوں جگہ سے خرید کر لی گئی۔ اراضی دیہہ کانجن مورخہ ۹/۱۲/۳۷ اور اراضی دیہہ گجو مورخہ ۲۱/۱۲/۳۷ کو بنام مولانا محمد سلیم رجسٹرڈ ہوئی۔ البتہ حسن علی شاہ کا حصہ مورخہ ۲۸/۲/۳۸ کو رجسٹرڈ ہوا۔ اس کے چھ سال بعد ۱۳۶۳ھ ۱۹۴۴ء میں بمعہ اہلِ بیت فریضۂ حج ادا کیا۔

۲:۔ مورخہ ۳۰/۳/۴۵ دیہہ آبری تعلقہ خیرپور میرس میں علی رضا شاہ سے باغ عوالی عطائی ۱۶ ایکڑ خرید کیا۔

۳:۔ ۱۹۴۵ء دیہہ گجو میں حیدر علی شاہ سے میانجی امام الدین کے لئے اراضی خرید کی گئی جسے حکومت خیرپور نے ۱۹۵۶ء میں فیض آباد کالونی کے لئے حاصل کیا۔

۴:۔ ۱۹۴۵ء دیہہ گجو میں علی بخش کوری سے حاجی علی محمد بھٹی (ف ۱۹۶۹ء) کے لئے اراضی خرید کی گئی۔

۵:۔ ۱۹۴۶ء دیہہ گجو میں علی بخش کوری سے اس کی بقیہ اراضی چوہدری عبداللطیف کے لئے خرید کی گئی۔

اسی طرح مولوی محمد حیات مناظر (فاتح قادیان) مصری خان (کوٹھ بلوچ) اور

دیگر متعدد افراد کو اپنے قرب و جوار کی اراضی کے خرید میں اعانت کی گئی۔

یہی ہے عبادت یہی دین و ایماں
کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں

# باب سوم

## آباؤ اجداد

○
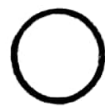
۱۔ مولانا حیات الدینؒ عرف مولانا جیون قبل ۱۲۴۰ھ / ۱۸۲۵ء

۲۔ مولانا محکم الدینؒ قبل ۱۲۷۷ھ / ۱۸۶۰ء

۳۔ مولانا حافظ قاری علی محمدؒ قبل ۱۳۰۷ھ / ۱۸۹۰ء

۴۔ مولانا محمد عظیمؒ (ف ۱۳۴۱ھ / ۱۹۲۳ء) — مولانا نور محمد حقانیؒ (ف ۱۳۴۳ھ / ۱۹۲۵ء)

۵۔ مولانا محمد سلیم
بانی سلیم آباد خیر پور میرس

ذهب الذین یعاش فی اکنافهم وبقیت منهم کالبعیر الاجرد

جن لوگوں کے زیرِ سایہ زندگی بسر کی جاتی تھی وہ عالمِ جاوداں کو چلے گئے۔ اب میں خارشتی اونٹ کی طرح تنہا رہ گیا۔

**مولانا حیات الدینؒ**:۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (ف ۱۲۳۹ھ / ۱۸۲۳ء) کے ہم عصر۔ مشرقی پنجاب ضلع لدھیانہ موضع مانگٹ کے باشندے تھے۔ مانگٹ لدھیانہ شہر سے تقریباً چار میل جانب شمال ایک گاؤں ہے۔ جہاں آپ کی زرعی اراضی ذریعہ معاش تھی۔

آپ تاحیات اہلِ بستی کی علمی دینی اخلاقی تربیت کرتے رہے۔ آپ کی اولاد میں مولانا محکم الدین آپ کے جانشین معروف ہوئے۔

**مولانا محکم الدینؒ**:۔ اپنے والد کے نقش قدم پر کام کرتے رہے۔ مولانا عبدالقادر

لدھیانوی (ف ۱۲۷۶ھ ۱۸۶۰ء) کی دعوت جہاد پر اپنے بہت سے متعلقین کے ساتھ تحریک آزادیِ ہند ۱۸۵۷ء میں شریک ہوئے۔ آپ کی اولاد میں مولانا حافظ قاری علی محمدؒ آپ کے خلیفہ اور قائم مقام ہوئے۔

**مولانا حافظ قاری علی محمدؒ**:۔ نے اپنی علمی و دینی خدمات کو عام کرنے کے لئے لدھیانہ شہر کی سکونت اختیار کی۔ ایک وسیع مکان خریدا جس کے ایک حصہ میں بچیوں کی تعلیم و تربیت کے لئے مدرسۃ البنات[1] جاری کیا اور دوسرا حصہ رہائش کے لئے مخصوص تھا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ بچیاں مستقبل کی مائیں ہیں اور ماں کی گود انسانیت کا پہلا مدرسہ ہے۔ اس لئے بچیوں کی تعلیم و تربیت اہم مقدم اور ضروری ہے۔ بطور استشہاد یہ شعر پڑھتے۔

الام مدرسۃ اذا اَعددتھا
اعددت قوماً طاھر الاخلاق

(ماں ایک مدرسہ ہے تو نے جب اس کی ٹھیک تربیت کر لی تو گویا ایک پاکیزہ اخلاق قوم کی تربیت کر لی)

**مدرسۃ البنات**:۔ میں تجوید القرآن، حفظ القرآن، ضروریاتِ دین، دستکاری صفائی اور سادہ زندگی بسر کرنے کی تعلیم و تربیت دی جاتی تھی۔ اس کی ایک جھلک اس نظم سے دکھائی دیتی ہے جو اصلی انسانی زیور کے نام سے بچیوں کو بطور دستور العمل حفظ کرائی جاتی اور مدرسہ کی دیوار پر نقش تھی۔

---

[1]:۔ ہمارے ناقص معلومات میں یہ پہلا مدرسۃ البنات تھا جو خاص نظم کے ساتھ اس ملک میں قائم ہوا۔

# اصلی انسانی زیور

ایک لڑکی نے یہ پوچھا اپنی اماں جان سے
آپ زیور کی کریں تعریف مجھ انجان سے
کون سے زیور ہیں اچھے یہ جتا دیجئے مجھے!
اور جو بد زیب ہوں وہ بھی بتا دیجئے مجھے
تا کہ اچھے اور برے میں مجھ کو بھی ہو امتیاز
اور مجھ پر آپ کی برکت سے کھل جائے یہ راز
یوں کہا ماں نے محبت سے کہ اے بیٹی میری
گوشِ دل سے بات سن لو زیوروں کی تم ذری
سیم و زر کے زیوروں کو لوگ کہتے ہیں بھلا
پر نہ میری جان ہونا تم کبھی ان پر فدا
سونے چاندی کی چمک بس دیکھنے کی بات ہے
چار دن کی چاندنی اور پھر اندھیری رات ہے
تم کو لازم ہے کرو مرغوب ایسے زیورات
دین و دنیا کی بھلائی جس سے اے جاں آئے ہاتھ
سر پہ جھومر عقل کا رکھنا تم اے بیٹی مدام!
چلتے ہیں جس کے ذریعہ ہی سب انساں کے کام
بالیاں ہوں کان میں اے جان گوشِ ہوش کی
اور نصیحت لاکھ تیرے جھومکوں میں ہو بھری
اور آویزے نصائح ہوں کہ دل آویز ہوں
گر کرے ان پر عمل تیرے نصیبے تیز ہوں

کان کے پتّے دیا کرتے ہیں کانوں کو عذاب
کان میں رکھو نصیحت دیں جو اوراقِ کتاب
اور زیور گر گلے کے کچھ تجھے درکار ہوں!
نیکیاں پیاری میری تیرے گلے کا ہار ہوں
قوتِ بازو کا حاصل تجھ کو بازوبند ہو
کامیابی سے سدا تو خرم و خرسند ہو
ہیں جو سب بازو کے زیور سب کے سب بیکار ہیں
ہمتیں بازو کی اے بیٹی تیری درکار ہیں
ہاتھ کے زیور سے پیاری دستکاری خوب ہے
دستکاری وہ ہنر ہے سب کو جو مرغوب ہے
کیا کروگی اے میری جاں زیور خلخال کو
پھینک دینا چاہیئے بیٹی بس اس جنجال کو
سب سے اچھا پاؤں کا زیور یہ ہے نورِ بصر
تم رہو ثابت قدم ہر وقت راہِ نیک پر
سیم و زر کا پاؤں میں زیور نہ ہو تو ڈر نہیں
راستی سے پاؤں پھسلے گر نہ میری جاں کہیں

## مذکورہ نظم پر مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحؒ کے تاثرات

مولانا حافظ علی محمد صاحب کے خلفِ اکبر مولانا نور محمد حقانی نے جب اس نظم کو اپنے ہفت روزہ صحیفہ "نورٌ علیٰ نور" میں شائع کیا تو مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحؒ نے اس کو اپنی کتاب "بہشتی زیور" کے دیباچہ میں شامل کیا اور کتاب کا معاون قرار دیا چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں۔

"میں جس وقت یہ دیباچہ لکھنے کو تھا۔ پرچہ "نورٌ علیٰ نور" میں ایک نظم اس کتاب کے نام اور مضمون کے مناسب نظر سے گذری اور دل کو بھلی معلوم ہوئی۔ جی چاہا کہ اپنے دیباچہ کو اس پر ختم کروں تاکہ ناظرین خصوصاً لڑکیاں دیکھ کر خوش ہوں اور مضامین کتابِ ہذا میں ان کو زیادہ رغبت ہو۔ بلکہ اگر یہ نظم اس کتاب کے ہر حصّہ کے شروع پر ہو تو قندِ مکرر کی حلاوت بخشے۔"

(دیباچہ بہشتی زیور)

مولانا حافظ قاری علی محمدؒ نے لدھیانہ شہر کی ایک اہم تربیت گاہ (لال مسجد) میں خطابت کی ذمہ داری بھی قبول کرلی تھی۔ ہر جمعہ سینکڑوں افراد آپ کے وعظ وارشاد سے مستفید ہوتے تھے آپ کا سلسلۂ فروع دو بیٹوں سے آگے چلا اور بڑھا ہے۔ (مولانا نور محمد حقانیؒ اور مولانا محمد عظیمؒ) مولانا نور محمد حقانیؒ کا تذکرہ آئندہ مستقل باب میں ہوگا۔ سرِ دست آپ کے چھوٹے فرزند مولانا محمد عظیمؒ کو دیکھئے۔

## مولانا محمد عظیمؒ

(۱۲۷۷ھ / ۱۸۶۰ء تا ۱۳۴۱ھ / ۱۹۲۳ء) آپ نے لدھیانہ شہر میں ہی تعلیم پائی۔ علمِ طب بھی حاصل کیا۔ بعد فراغت اپنے برادرِ اکبر مولانا نور محمد حقانی کے قائم کردہ مطبع حقانی لدھیانہ کے منتظم مقرر ہوئے۔ کتابت اور تصحیح بھی کرتے تھے۔

مولانا نور محمد کی معیت میں ضلع لائل پور چک ۲۴۸ گ۔ ب[1] میں زرعی اراضی حاصل کی اسے فروخت کرکے واپس لدھیانہ آگئے اور مدت العمر یہیں قیام رہا۔ آپ کے چند حالات درج ذیل ہیں۔

### ا۔ جفاکشی اور شوقِ جہاد

فرمایا کرتے تھے کہ شاہ اسمٰعیل شہیدؒ (۱۲۴۶ھ / ۱۸۳۱ء) نے جہاد سے قبل دریاؤں میں تیرنے، غوطہ

---

[1] نزد ریلوے اسٹیشن چک رحمے شاہ۔

لگانے، گرم پتھروں اور ریگستانوں پر ننگے پاؤں چلنے کی مشقیں کی تھیں۔ میں نے بھی یہ مشقیں حاصل کرلی ہیں۔ شاید کہ اللہ تعالیٰ کوئی جہاد کی راہ پیدا کردے۔ چنانچہ آپ نے گتکہ اور بنوٹ (فن سپہ گری) کی بہترین مہارت پیدا کرلی تھی۔ اگر تین چار افراد اجتماعی طور پر لاٹھیوں اور تلواروں سے آپ پر حملہ آور ہوتے تو آپ کامیاب دفاع کرسکتے اور حملہ آوروں کو بھگا سکتے تھے۔

اسی طرح پانی میں غوطہ لگانے اور تیرنے کی مہارت بھی پیدا کی۔ دوران سفر نہروں اور دریاؤں کو عبور کرنے میں کسی پل یا کشتی کے محتاج نہ تھے۔ ایک شخص کی انگوٹھی کسی گہرے کنویں میں گر گئی تو آپ نے غوطہ لگا کر تلاش کر دی تھی۔

لدھیانہ سے بمبئی اور لدھیانہ سے کابل (افغانستان) سینکڑوں میل کے دو طویل سفر پیدل طے کئے۔ پہلا سفر حج کے ارادہ سے تھا۔ بمبئی پہنچنے پر حکومت کی طرف سے رکاوٹ پیش آئی تو واپس آگئے۔ اور دوسرا سفر کسی کام[۱] سے افغانستان کا سفر تھا۔ وہاں چند ہفتے قیام کے بعد واپس ہوئے تو بلا تکلف فصیح پشتو بول سکتے تھے۔

آپ سے دریافت کیا گیا کہ کہسار کے طویل سفر میں کیا کیا مشکلات پیش آئیں؟ تو فرمایا کہ مجاہدین کی منزلوں کے مشاہدہ سے ایمان اور خون میں تازگی پیدا ہوئی۔ راہ کی مشکلات کا احساس نہ ہوا۔ علامہ اقبالؒ نے کیا ہی خوب فرمایا:-

جو سختیٔ منزل کو سامانِ سفر سمجھے
اے وائے تن آسانی ناپید ہے وہ راہی
وحشت نہ سمجھ اس کو اے مردکِ میدانی
کہسار کی خلوت ہے تعلیم خود آگاہی

واضح ہو کہ مجاہدین نے سندھ، بلوچستان، افغانستان اور پشاور کے راستے سے چارسدہ پہنچ کر سکھوں سے جہاد شروع کیا تھا۔

## ۲۔ اظہارِ حق اور بیباکی

غالباً ۱۲۹۸ھ / ۱۸۸۱ء کا واقعہ ہے کہ مشرقی پنجاب کی ایک سکھ ریاست (فرید کوٹ) میں مسلمانوں کے

---

[۱] گمان ہے کہ یہ سفر مولانا سیف الرحمٰن کی دریافت کیلئے ہو جو ۱۸۵۷ء میں افغانستان گئے پھر واپس نہ آئے تفصیل آئندہ۔

دو فرقوں (حنفیہ اور اہلِ حدیث) کے درمیان ایک تارکِ الصلوٰۃ شخص کی میت کو بلا نمازِ جنازہ دفن کرنے میں اختلاف پیدا ہوا اور لڑائی جھگڑے تک نوبت پہنچی۔ تو وہاں کے سکھ راجہ نے فریقین کے علماء کو دعوت دیکر اپنے انتظام سے مجلسِ مناظرہ منعقد کی۔ پھر حنفیہ کے حق میں فیصلہ دیا۔ اس مناظرہ کی روئداد تصریح ابحاث فرید کوٹ نام سے شائع ہوئی تھی

اس مناظرہ کے موقعہ پر سکھ راجہ کے بنگلہ (علماء کرام کی قیام گاہ) میں نماز کا وقت ہوا تو علماء کرام اذان کہنے میں متحیر و متردد ہوئے اس لئے کہ سکھ قوم اذان کہنے کی سخت مخالف ہے۔ صرف اذان کہنے کے جرم میں مسلمانوں پر سکھوں کے مظالم ضرب المثل ہیں۔ لہٰذا فریقین کے علماء اذان کہنے سے کترا رہے تھے اور بلا اذان نماز پڑھنے پر مائل تھے۔ ان حالات میں مولانا محمد عظیم نے انتہائی جرأت و بیباکی سے اذان کہی۔ سکھ راجہ حیران اور خاموش رہا۔

اذان کے ختم پر کسی صاحب نے کہا۔ راجہ آپ کو ہلاک کرادے گا۔ تو مولانا محترم نے جواب دیا زہے قسمت، پھر تو میں شہیدوں میں شامل ہو جاؤں گا۔

افضل الجہاد کلمۃ حق عند سلطان جائر

محکوم کو پیروں کی کرامات کا سودا

ہے بندۂ آزاد خود اک زندہ کرامات

## ۳۔ صدقِ خواب

۳۔ صدقِ خواب:- آپ کے خواب عموماً صادق ہوتے تھے۔ ایک دفعہ فرمایا کہ میں نے حضرت خالد سیف اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خواب میں دیکھا کہ وہ مرزا غلام احمد قادیانی (ف ۱۳۲۶ھ ۱۹۰۸ء) کو مرتد قرار دے رہے ہیں۔ لہٰذا میری رائے ہے کہ مرزا قادیانی مسیلمہ کذاب کی طرح مرتد اور واجب القتل ہے۔

اس خواب کے چند روز بعد مرزا کے مرتد ہونے پر علماء کرام کے فتاویٰ شائع ہوئے تھے

## ۴۔ حسنِ خاتمہ

حسنِ خاتمہ:- کسی خواب ہی کی وجہ سے آپ نے اپنی موت کا معین وقت چند روز

قبل تحریر کر دیا تھا۔ جب سکرات کا وہ وقت قریب آیا جو آپ نے تحریر کیا تھا تو ایک قاری کو طلب کیا اور سماعِ قرآن مجید کی خواہش کی۔ قاری نے چند آیات تلاوت کیں تو اس کو ایک غلطی پر متنبہ کرنے کے لئے صحیح تلفظ بتاتے ہوئے خنداں و فرحاں داصلِ بحق ہو گئے۔ انا للہِ وانا الیہ راجعون۔

سکرات کی حالت میں لبوں پر تبسم کے ساتھ ساتھ خدا کا کلام بھی جاری ہو تو کتنی پیاری ہے یہ موت۔ علامہ اقبالؒ نے فرمایا تھا

نشانِ مردِ مومن با تو گویم
چوں مرگ آید تبسم بر لبِ اوست

(مردِ مومن کی علامت یہ ہے کہ موت کے وقت اس کے لبوں پر تبسم ہوتا ہے)

مگر یہاں تو تبسم ہی نہیں بلکہ قرآن مجید بھی ہے اور وقت کے تعین کا الہام بھی۔ سبحان اللہ وبحمدہ۔

راقم الحروف کا خیال ہے کہ یہ خدائی اعزاز تھا جو مرحوم کو جذبۂ شہادت، شوقِ جہاد اور اس کے لئے ہمہ وقت تیاری کے صلہ میں عطا کیا گیا۔ وفی ذالک فلیتنافس المتنافسون۔

عطا اسلاف کا جذبِ دروں کر
شریکِ زمرۂ لایحزنون کر
خرد کی گتھیاں سلجھا چکا میں
میرے مولیٰ مجھے صاحبِ جنوں کر

**۵۔ ازواج و اولاد:۔** مولانا محمد عظیم کا نکاح شیخ طریقت مولانا عبد العزیز لدھیانویؒ کی صاحبزادی مخدومۃ النساء بی بی (ف ۱۳۶۴ھ / ۱۹۴۵ء) سے ہوا جو تجوید و قرأت کی ماہر، بہترین معلمہ و مربیہ تھیں۔ ہزاروں عورتوں اور بچیوں کو قرأت و تجوید کے ساتھ حفظ و ناظرہ قرآن مجید پڑھایا اور ضروریاتِ دین کی تعلیم دی۔

اولاد میں تین لڑکے اور تین لڑکیاں پیدا ہوئے۔ لڑکوں کے نام تاریخ ولادت سنہ ہجری کے لحاظ سے رکھے گئے۔

۱۔ غریب الدین عرف محمد سلیم
۱۳۰۷ھ

۲۔ منظور باقی (ف ۱۳۹۶ھ / ۱۹۷۶ء)
۱۳۰۹ھ

۳۔ حفیظ الرحمٰن (ف ۱۳۴۹ھ / ۱۹۳۰ء) لاولد
۱۳۲۸ھ

## لڑکیاں

۱۔ بی بی امۃ العزیز۔ (ف ۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۲ء) زوجہ میاں عبدالرحمٰن (ف ۱۳۴۶ھ / ۱۹۲۷ء) قدرت کا کرشمہ دیکھئے کہ مرحومہ بحالت تندرستی نماز کے لئے وضو کرتی ہوئی فوت ہوئی۔ اس سے قبل اس کی اکلوتی جواں سال بیٹی بحالت تندرستی نماز پڑھتی ہوئی سجدہ میں فوت ہوئی۔ ایک نے وضو میں اور دوسری نے نماز میں جانِ جاں آفریں کے سپرد کر دی۔ نعم التسلیم

۲۔ بی بی عالیہ زوجہ میاں امام الدین (ف ۱۳۷۷ھ / ۱۹۵۷ء)

۳۔ بی بی سردارہ (ف ۱۳۹۳ھ / ۱۹۷۴ء) زوجہ صوفی نور محمد

کلٌ مِنَ الصالحین

# بَابُ چہَارم

## مولانا نور مُحمّد حقّانی لدھیانویؒ

## مولانا نور محمد حقانیؒ ۱۲۷۲ھ ۱۸۵۶ء تا ۱۳۴۳ھ ۱۹۲۵ء:-

آپ نے ابتدائی تعلیم لدھیانہ میں حاصل کی۔ پھر دہلی، کانپور اور لکھنؤ کے ماہر اساتذہ سے درسِ نظامی کی تکمیل کی۔ علوم حدیث مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوریؒ (ف ۱۲۹۵ھ ۱۸۷۸ء) اور مولانا محمد مظہر نانوتوی (ف ۱۳۰۲ھ ۱۸۸۵ء) بانی مظاہر العلوم سہارنپور سے حاصل کئے۔

مولانا عبدالرحیم رائے پوریؒ (ف ۱۳۳۷ھ ۱۹۱۹ء) آپ کے ہم درس وہم جماعت تھے، جو بعد میں مظاہر العلوم کے سرپرست قرار پائے۔

مولانا نور محمد نے مروجہ علوم سے فراغت پاکر اشاعت دین اور اعلانِ حق کو مقصدِ حیات بنایا اور اپنے لئے حقانی لقب پسند کیا۔ آپ کی چند خدمات کا تعارف درج ذیل ہے۔

### ۱۔ مطبع حقانی اور صحیفہ نورٌ علیٰ نور:-

تحصیلِ علوم سے فراغت پاکر آپ نے ایک پریس مطبع حقانی لدھیانہ کے نام سے قائم کیا۔ عیسائیوں کے مقامی اخبار "نور افشاں" کے جواب میں اپنا اخبار نورٌ علیٰ نور جاری کیا جس میں عیسائیت اور فرقہائے باطلہ کی تردید کے علاوہ تعمیری واصلاحی مضامین بکثرت شائع ہوتے تھے۔

### ۲۔ مدرسہ حقانیہ:-

اپنے والد (مولانا حافظ قاری علی محمد) کے قائم کردہ مدرسۃ البنات کو ترقی دی۔ اس میں لڑکوں کی تعلیم کا شعبہ الگ قائم کیا۔ حفظ وتجوید کے علاوہ حساب، خوشخطی، تعلیمی دلچسپی کے سامان اور عملی تربیت کے جدید طریقے ایجاد کئے۔

اس نصاب کو پڑھانے کے لئے چند روز اساتذہ کو خود تربیت دیتے۔ پھر تعلیم پر مقرر کرتے تھے۔ ان اصلاحات کی وجہ سے مدرسۃ البنات کا نام مدرسہ حقانیہ رکھا گیا۔ اس کے نصاب کو عیسائی مشنری اسکولوں کے مقابلہ میں مفید تر بنایا گیا۔

### ۳۔ مدرسہ حقانیہ اور اہلِ علم کے تاثرات:-

اس وقت کے گورنر

پنجاب (یورپین) جب لدھیانہ تشریف لائے تو انھوں نے مدرسہ حقانیہ کا معائنہ کیا اور اسے تمام انڈیا میں اپنی نوعیت کا واحد مثالی مدرسہ تحریر کیا۔

★ مولانا عبدالرحیم رائے پوری نے (جو اس وقت مظاہر العلوم سہارن پور کے سرپرست تھے) مولانا نور محمد حقانی کو دعوت دی کہ ان کی بستی رائے پور میں بھی ایسا ہی مدرسہ قائم کریں۔ تو وہاں بھی مدرسہ کی شاخ قائم کی گئی۔

★ اس وقت دارالعلوم دیوبند کے سرپرست مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے اپنے متعلقین کو تاکید فرمائی کہ وہ مدارس ابتدائیہ کے معلّمین کو مولانا نور محمد حقانی کے طریق کار پر مجبور کریں۔ چنانچہ شعبان ۱۳۳۵ھ مطابق جون ۱۹۱۷ء مدرسہ ارشاد العلوم گڑھی پختہ ضلع مظفر نگر (انڈیا) کے سالانہ جلسے پر تقریباً ایک ہزار کے مجمع کو خطاب کرتے ہوئے مولانا تھانویؒ نے فرمایا:-

"اس مدرسہ میں تعلیم ابتدائیہ کا خاص طور پر اہتمام ہونا چاہیئے۔ اور سب سے ابتدائی درجہ الف۔ با۔ تا اور تعلیم القرآن کا درجہ ہے۔ اس میں مولانا نور محمد صاحب لدھیانوی کے طریقہ تعلیم کا اتباع ہونا چاہئے۔ مولانا یہاں موجود ہیں۔ اگر وہ خود بھی اُس کی ترکیب بیان فرما دیں تو ؎

تصنیف را مصنف نکو کند بیاں

مجھے مولانا کا طریقہ تعلیم پسند ہے اور تجربہ کاروں سے معلوم ہوا کہ بہت نافع ہے اس لئے میانجیوں کو مولانا کے طریقہ پر عمل کرنا چاہیئے اور جو خود عمل نہ کریں تو اہلِ مدارس ان کو مجبور کریں۔"

دیکھو مولانا تھانوی کا وعظ (التقریر مسمیٰ بتحقیق التصدیق)

ضبط کردہ مولانا ظفر احمد عثمانی (ف ۱۳۹۴ھ / ۱۹۷۴ء) سلسلہ الابقاء کے وعظ دار المسعود کے آخر میں بطور ضمیمہ ملحق ہے۔

## ۴۔ مدرسہ ام المدارس :-

کچھ عرصہ بعد مولانا نور محمد کا مدرسہ تمام ہندوستان میں آئمہ مساجد، معلمینِ قرآن اور اسلامی پرائمری تعلیم کی تربیت گاہ اور مرکز بن گیا تھا اس لئے اب مدرسہ کا نام حقانیہ کے بجائے ام المدارس رکھا گیا۔ ملک میں اس کی متعدد شاخیں قائم ہوئیں اور امتحانات کا نظم جاری کیا گیا۔ برصغیر پاک و ہند پر ام المدارس کی تعلیم و تربیت کے کیا اثرات مرتب ہوئے؟ اس سوال کا تفصیلی جواب انشاء اللہ تعالےٰ ایک مستقل مضمون کی شکل میں پیش کیا جائے گا۔

## ۵۔ ام المدارس کی بعض شاخیں :-

مولانا فتح الدین جالندھری (ف ۱۳۷۰ھ / ۱۹۵۱ء) نے ام المدارس کی طرز پر ضلع جالندھر، فیصل آباد، بہاول نگر اور سندھ کے بعض اضلاع میں چند مدارس قائم کئے تھے۔ راقم الحروف نے ان میں سے بعض کا مشاہدہ کیا بلکہ امتحانات بھی لیے۔ ان سب میں تعلیم کی یکسانیت کے علاوہ مہمانوں کی ضیافت طبع جس چیز سے کی گئی۔ وہ مولانا خرم علی بلہوری[۱] (ف ۱۲۷۳ھ / ۱۸۵۷ء) کی نظم تھی جو ہر جگہ بچوں نے خوش الحانی سے پیش کی۔ وہ مبارک نظم یہ ہے۔

| | |
|---|---|
| خدا فرما چکا قرآن کے اندر | میرے محتاج ہیں پیر و پیمبر |
| نہیں طاقت سوا میرے کسی میں | کہ کام آوے تمہارے بےکسی میں |
| جو خود محتاج ہووے دوسرے کا | بھلا اس سے مدد کا مانگنا کیا |
| خدا سے اور بزرگوں سے بھی کہنا | یہی ہے شرک یارو اس سے بچنا |

---

[۱] مولانا خرم علی بلہوری تحریک مجاہدین کے اہم رکن تھے۔ یہ نظم ان کی کتاب نصیحۃ المسلمین کا خاتمہ اور خلاصہ ہے۔

خبر قرآن میں ہے یہ محقق ! — نہ بخشے گا خدا مشرک کو مطلق !
معاذ اللہ جسے اس نے نہ بخشا — مقرر وہ جہنم میں پڑے گا
اگر قرآن کو سچ جانتے ہو ! — تو پھر تم منتیں کیوں مانتے ہو
تمھیں یہ طورِ بد کس نے سکھایا — محمدؐ نے کہاں ہے یہ بتایا
ہے شیطاں دشمنِ اولادِ آدم — سکھاتا ہے وہی راہِ جہنم !
کسی کو بت پرستی ہے سکھاتا — کسی کو ہے وہ قبروں پر جھکاتا !
غرض اللہ سے دونوں کو روکا — بھلاکر راہ جا خندق میں جھونکا !
مسلمانوں ذرا سوچو تو دل میں — پھنسے ہو کس طرح تم آب و گل میں
بہت غفلت میں سوئے اب تو جاگو — خدا کے ہوتے بندوں سے نہ مانگو
وہ مالک ہے سب آگے اس کے لاچار — نہیں ہے کوئی اس کے گھر کا مختار
وہ کیا ہے جو نہیں ہوتا خدا سے ! — جسے تم مانگتے ہو اولیاء سے
بیانِ شرک سن کہتے ہیں مردک — کہ منکر ہیں بزرگوں سے بلاشک
ارے لوگو! زباں اپنی کو روکو — بزرگوں سے نہیں انکار ہم کو
خدا لعنت کرے اس روسیاہ پر — کہ جس کے دل میں ہو بغضِ پیمبرؐ
جسے ہو بغض آلِ مصطفٰےؐ کا — خدا اس کو کرے دوزخ کا کندا
جسے اصحابِ حضرتؐ سے ہو انکار — رہے ہر دم خدا کی اس پہ پھٹکار
جسے کچھ بغض ہووے اولیاء سے — ہمیشہ ابرِ لعنت اس پہ برسے
اب اتنا اور بھی سن رکھئے حضرت — جو حق پر نہ چلے اس پر بھی لعنت
ہمارا کام سمجھانا ہے یارو / بہنو — اب آگے چاہو تم مانو نہ مانو

تو اپنے حال پہ کچھ سوچ خرم !
زباں اب بند کر واللہ اعلم

**۶۔ تصنیفات** :- مولانا نور محمد حقانیؒ نے اپنے تعلیمی طریقِ کار کی وضاحت

کے لئے چند تصانیف بھی کی تھیں۔ جن کا ہمیں علم ہو سکا وہ یہ ہیں۔

۱۔ نورانی قاعدہ۔ مع طریقۂ تعلیم ـــــ یہ قرآن مجید کی تعلیم کا ابتدائی قاعدہ ہے جو اپنے تجربات کی بنا پر بطرزِ جدید لکھا گیا اور انتہائی مقبول رہا۔ بیشتر مکاتب میں اب بھی داخلِ درس ہے۔

۲۔ قاعدہ اردو ـــــ حسب سابق

۳۔ مشق رنگین ـــــ بچوں کو حروف ہجا سکھانے کا جدید طریقہ

۴۔ عقدِ انامل ـــــ انگلیوں پر دس ہزار تک گنتی کا طریقہ

۵۔ تعلیم المعلمین ـــــ اساتذہ کے لئے چند ہدایات

۶۔ العلم وفضلہٗ ـــــ علم کی ترغیب و تشویق

۷۔ اسلام کی پہلی کتاب ـــــ ضروریاتِ دین کی تفہیم و تشریح

۸۔ ترکیب الصلوٰۃ ـــــ طریقۂ نماز مع ضروری ہدایات

۹۔ رسالہ جمعہ ـــــ احکام وآداب جمعہ

۱۰۔ الامر بالمعروف والنہی عن المنکر ـــــ طریقۂ تبلیغ و اصلاح

۱۱۔ الحسد وعلاجہا ـــــ ازالۂ حسد کی تدابیر

۱۲۔ دعاء انس رضؓ ـــــ ثمرات و فوائد

وغیرہا

## ۷۔ اسلامیہ ہائی اسکول:-

اسلامیہ پرائمری اسکول کس طرز کا ہونا چاہیئے؟ مولانا نور محمد حقانی نے اس سوال کا عملی جواب پیش کیا جو ملک کے طول وعرض میں مقبول ہوا۔ اسی طرز پر آپ ایک ایسے اسلامیہ کالج کی فکر میں تھے جس میں قدیم تہذیب غالب ہو۔ تہذیب جدید پر اور دین غالب ہو دنیا پر۔ لہٰذا بطورِ تمہید انھوں نے اسلامیہ ہائی اسکول لدھیانہ کی بنیاد رکھی۔

ہماری ناقص معلومات میں یہ پہلا ہائی اسکول تھا جسے اسلامیہ ہائی اسکول کہا گیا۔
مگر مولانا موصوف کو اس میں کام اور تربیت کی مہلت نہ مل سکی۔ وکم حسرات فی بطون المقابر۔
پنجاب میں عہدِ برطانیہ کے وزیرِ تعلیم (۱۹۲۵ء تا ۱۹۳۰ء) سر عبدالقادر شیخ لدھیانوی
انہی تعلیم گاہوں کے پروردہ تھے جو بعد میں اردو ادب، انجمن حمایت الاسلام لاہور اور ڈاکٹر
علامہ اقبالؒ کے مربی و محسن بنے۔

## ۸۔ اعترافِ خدمات:-

مولانا نور محمد حقانی کی تعلیمی خدمات کے اعتراف میں حکومتِ برطانیہ نے ضلع فیصل آباد کی آبادی کے وقت ۱۳۰۲ھ / ۱۸۸۵ء مولانا کو یہ اعزاز بخشا کہ کسی ایک گاؤں کی اراضی آپ کے حسبِ منشا ر لوگوں کو دی جائے۔

لہٰذا مولانا محترم نے مستحقین کی ایک فہرست حکومت کو بھیج دی۔ اراضی وصول ہونے پر اپنا ذاتی حصہ ام المدارس کے نام وقف کر دیا جو چک ۴۴۸ گ ب تحصیل سمندری ضلع فیصل آباد میں واقع ہے نزد ریلوے اسٹیشن رحمے شاہ۔

بنا کردند خوش رسمے بوقفِ مال وجاں کردن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

## ۹۔ اولاد:-

مولانا نور محمد حقانیؒ کی نسبی اولاد دو بیٹوں اور ایک بیٹی سے آگے چلی اور بڑھی ہے۔

۱۔ مولانا حافظ قاری نور حسنؒ متوفی قبل ۱۳۶۶ھ / ۱۹۴۷ء
۲۔ مولانا حافظ قاری احمد حسنؒ ف ۱۳۷۲ھ / ۱۹۵۲ء
۳۔ بی بی عائشہؒ زوجہ مولانا محمد ابراہیمؒ

## مولانا حافظ قاری نور حسنؒ:-

کو چک نمبر ۴۴۸ گ ب کی زمینداری اور نمبرداری عطا ہوئی مگر آنجناب نے کسی دوسرے شخص کو اپنا قائم مقام بنا کر سب کچھ اس کے

حوالہ کر دیا اور خود مدت العمر خدمتِ قرآن اور تعلیمِ دین میں مصروف رہے۔ سینکڑوں قاری اور حافظ پیدا کیے۔

اس طرح زہد تقویٰ اور خدمتِ دین کی بہترین مثال قائم کر کے اپنے مطلوب حقیقی سے جا ملے۔ وفی ذالک فلیتنافس المتنافسون آج کل آپ کے خلف الرشید مولانا ظہور الحسن ہیں۔

**مولانا حافظ قاری احمد حسن:۔** مولانا نور محمد کے بعد ام المدارس کے مہتمم مقرر ہوئے اور انہی کے نقشِ قدم پر کام کرتے رہے۔ سن وفات مازاغ البصر ۱۳۷۲ھ ظاہر ہوا۔ آپ کے خلف دو بیٹے ہیں۔

۱۔ مولوی قاری حافظ عبد الرشید۔ استاذ مدینۃ الرسول (سعودی عرب)

۲۔ مولوی قاری حافظ عبد الحمید مہتمم ام المدارس۔ گلبرگ کالونی فیصل آباد

**بی بی عائشہؒ:۔** دختر نیک اختر مولانا نور محمد حقانیؒ۔ قرآن مجید کی حافظ اور قاری تھیں۔ سینکڑوں عورتوں اور بچیوں کو حفظ و تجوید کے ساتھ قرآن مجید سے فارغ التحصیل کیا۔

ان کے شوہر مولانا محمد ابراہیم (ف ۱۳۹۰ھ ۱۹۷۰ء) مشہور عالم دین اور مرجع الناس تھے قیامِ پاکستان کے بعد قصبہ میاں چنوں ضلع ملتان میں مقیم ہوئے۔ دینی مدارس اور ہزاروں شاگرد آپ کے الباقیات الصالحات ہیں۔ آج کل آپ کے خلف مولوی قاری حافظ رشید احمد ہیں۔ کلٌ من الصالحین۔

# باب پنجم

## بانیِ سلیم آباد کی ازواج و اولاد

# ازواج مولانا محمد سلیم

مولانا محترم کی ازواج فوت ہوتی رہیں۔ اس لئے یکے بعد دیگرے آپ نے چار نکاح کئے سلسلہ اولاد فقط دوسرے اور چوتھے سے جاری ہوا۔

**پہلا نکاح:-** مولانا فتح الدین جالندھریؒ (ف ۱۳۷۰ھ / ۱۹۵۱ء) کی دختر نیک اختر سے ہوا جو چند ماہ بعد لاولد فوت ہوئیں۔

مولانا فتح الدینؒ موضع اوگی ضلع جالندھر (مشرقی پنجاب) کے رئیس زمیندار اور مولانا رشید احمد گنگوہی (ف ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء) کے تربیت یافتہ اور معتمد خاص تھے۔ مولانا فتح الدین کے فرزند مولانا محمد انوری (ف ۱۳۹۰ھ / ۱۹۷۰ء) ممتاز عالم دین ہوئے ہیں۔ جو قادیانیوں کے خلاف مشہور مقدمہ بھاولپور میں علامہ انور شاہ کشمیری (ف ۱۳۵۲ھ / ۱۹۳۳ء) کے معاون تھے[1]

انھوں نے فلسفہ کے مشہور متن (اشارات ابن سینا) کو اردو میں منتقل کیا۔ اور قیام پاکستان کے بعد محلہ سنت پورہ فیصل آباد میں ایک مدرسہ تعلیم الاسلام جاری کیا۔

مولانا فتح الدین کی چھوٹی صاحبزادی مساۃ عائشہ (۱۳۷۶ھ / ۱۹۵۷ء) راقم الحروف کے عقد میں آئیں جو عالم دین تھیں۔ عورتوں میں تفسیر القرآن اور حدیث الرسول کے درس کو رواج دیا۔

**دوسرا نکاح:-** مولانا عبد اللہ کپور تھلوی (ف ۱۳۵۶ھ / ۱۹۳۷ء) کی دختر نیک اختر بی بی بلقیس سے ہوا۔ اکثر اولاد انہی کے بطن سے پیدا ہوئی۔

مولانا عبد اللہ موضع بھیلہ ریاست کپور تھلہ (مشرقی پنجاب) کے باشندہ اور علوم عقلیہ ونقلیہ کے ماہر استاد تھے۔ علوم عقلیہ مولانا عبد الحق خیر آبادی (ف ۱۳۱۶ھ / ۱۸۹۹ء) سے اور

---

[1] علامہ انور شاہ مقدمہ بہاولپور میں اہل اسلام کے نمائندہ اور دار العلوم دیوبند کے صدر المدرسین۔

علوم حدیث مولانا احمد علی محدث سہارن پوری (ف ۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء) سے حاصل کئے اور آپ مدت العمر اہم درسگاہوں میں بحیثیت صدر المدرسین کام کرتے رہے۔

بی بی بلقیس رح (ف ۱۳۷۸ھ / ۱۹۵۸ء) نے اپنی اولاد کے علاوہ تقریباً ایک ہزار عورتوں اور بچیوں کو دین کی تعلیم دی۔ دو دفعہ حج بیت اللہ کیا اور سفرِ حج کو پنجابی اشعار میں نظم کیا۔ جو ۱۳۶۵ھ / ۱۹۴۶ء میں طبع ہوئے۔ ان میں حج کی ترغیب و تشویق کا کافی سامان موجود ہے۔

**تیسرا نکاح:-** لاولد رہا اور چوتھے سے تین بچے پیدا ہوئے جو اس وقت زیرِ تعلیم ہیں۔

## اولاد مولانا محمد سلیم

آپ کی اولاد چھ لڑکے اور چھ لڑکیاں ہیں۔ ان کا تعارف بترتیب ولادت درج ذیل ہے۔

**۱۔ محمد نعیم:-** ولادت ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۳ء

۱۳۵۷ھ / ۱۹۳۸ء میں دار العلوم دیوبند سے فارغ ہوئے متعدد مدارس میں تعلیم دی۔ فنِ طب اور کتنہ سازی میں مہارت حاصل کی۔ ۱۳۹۵ھ / ۱۹۷۵ء میں حج بیت اللہ ادا کیا۔ سلیم آباد کے خطیب مدرسۃ الاسلام کے استاد اور بچوں کے بہترین مربی ہیں۔

**۲۔ بی بی ام سلمیٰ:-** ولادت ۱۳۳۳ھ / ۱۹۱۵ء

قرأت، تجوید، ضروریاتِ دین اور امورِ خانہ داری میں مہارت پیدا کی۔ اپنے تمام بچوں کو تعلیماتِ عالیہ میں مدد دی۔ حلقہ تہذیب النسواں سلیم آباد کی سرپرست ہیں۔

**۳۔ بی بی ام حبیبہ:-** ولادت ۱۳۳۵ھ / ۱۹۱۷ء

تعلیمی کوائف حسب مذکور۔ ۱۳۹۷ھ / ۱۹۷۷ء میں فریضۂ حج سے فارغ ہوئیں۔

**۴۔ محمد خلیل اللہ :-** راقم الحروف نے بیشتر کتب درسیہ موضع انھی ضلع گجرات پنجاب میں مولانا ولی اللہ سے پڑھیں۔ عربی ادب دارالعلوم دیوبند سے اور حدیث و تفسیر جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں مولانا عبدالرحمٰن کمبو ی امروہوی اور شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی سے۔

ولادت ۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۹ء

شوال ۱۳۵۸ھ مطابق نومبر ۱۹۳۹ء میں دارالرشاد پیر جھنڈا سندھ میں مدرس مقرر ہوا تو مولانا عبیداللہ سندھی سے تفسیر اور فلسفہ شاہ ولی اللہ پڑھنے کا موقع ملا۔ اپنے نانا مرحوم مولانا عبداللہ کیورتھلوی سے بہت کچھ حاصل کیا جو درسِ نظامیہ کے امام اور مولانا عبدالحق خیر آبادیؒ کے شاگرد رشید تھے۔

۱۳۶۸ھ / ۱۹۴۹ء میں سعادتِ حج نصیب ہوئی۔ اولاد میں بڑا لڑکا ایم۔ ایس۔ سی اور چھوٹا زیرِ تعلیم ہے۔ تینوں بچیاں ضرریاتِ دین سے واقف ہیں۔ راقم کی زندگی درس و تدریس میں تمام ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کوتاہیاں معاف فرمائے۔

قرب الرحیل الیٰ دیار الآخرہ
فاجعل الٰہی خیر عمری آخرہ
آمین یارب العالمین

**۵۔ محمد جمیل :-** ۱۳۶۱ھ / ۱۹۴۲ء میں دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہوئے۔ پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل پاس کیا متعدد

ولادت ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء

مدارس میں تعلیم دی۔ خیر پور میرس کے مفتی، ممتاز ڈگری کالج کے پروفیسر ہیں۔ سنہ ۱۳۷۰ھ / ۱۹۵۱ء میں فریضۂ حج ادا کیا۔ بڑا لڑکا ایم اے ریلیجن اور چھوٹا ایم۔ اے اقتصادیات ہے۔

**۶۔ رشید احمد:۔**
ولادت سنہ ۱۳۴۱ھ / ۱۹۲۲ء

سنہ ۱۳۶۱ھ / ۱۹۴۲ء میں دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہوئے۔ بطورِ خود قرآن مجید حفظ کیا۔ متعدد مدارس میں تعلیم دی۔ فقہ میں چند رسائل لکھے۔ متعدد حج کئے۔ سنہ ۱۳۹۰ھ / ۱۹۷۰ء میں جمعیۃ علماء اسلام نے اسلامی معاشیات پر خاکہ تیار کرنے والی کمیٹی کا رکن نامزد کیا۔ اشرف المدارس ناظم آباد کراچی کے بانی اور مہتمم ہیں۔ لڑکے مدینہ منورہ یونیورسٹی سے فارغ ہو کر سعودی عرب کے نظم میں تعلیم و تبلیغ سے وابستہ ہیں۔

**۷۔ بی بی زبیدہ:۔**
ولادت سنہ ۱۳۴۷ھ / ۱۹۲۹ء

قرأت، تجوید، ضروریاتِ دین، ہومیوپیتھک علاج اور امورِ خانہ داری میں مہارت پیدا کی۔ اپنے تمام بچوں کو تعلیماتِ عالیہ میں مدد دی۔ حلقۂ تہذیبِ نسواں کے شعبۂ حفظانِ صحت کی نگراں اور معالج ہیں۔

**۸۔ بی بی سعیدہ:۔**
ولادت سنہ ۱۳۴۹ھ / ۱۹۳۱ء

تعلیمی کوائف حسب مذکور، حلقۂ تہذیبِ نسواں کی رکن اور معاون ہیں۔

**۹۔ سعید احمد:۔**
لادت سنہ ۱۳۵۱ھ / ۱۹۳۳ء

درسِ نظامیہ کی متوسط تعلیم، زراعت اور زمینداری میں مہارت پیدا کی۔ سب بچے زیرِ تعلیم ہیں۔

۱۰۔ بی بی اسماء — ولادت ۱۳۸۹ھ / ۱۹۷۰ء زیر تعلیم

۱۱۔ صبغۃ اللہ — ولادت ۱۳۹۰ھ / ۱۹۷۱ء زیر تعلیم

۱۲۔ بی بی نرگس — ولادت ۱۳۹۲ھ / ۱۹۷۲ء زیر تعلیم

# داماد

مذکورہ چار بڑی لڑکیوں کے شوہروں کا ترتیب وار تعارف۔

## ۱۔ محمود احمد بن مولانا یحییٰ۔

ولادت ۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۴ء

۱۳۵۲ھ / ۱۹۳۴ء میں دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہوئے متعدد مدارس میں تعلیم دی۔ درسِ نظامیہ کی بعض اہم کتب کو اردو جامہ پہنایا۔ لڑکے ایم۔ اے اسلامیات ایم۔ اے انگلش۔ بی۔ ایس۔ سی اور ڈی۔ ڈی۔ ایم وغیرہ تعلیمی درجات پر فائز ہیں۔

## ۲۔ عبدالرحمٰن بن چوہدری امام الدین:۔

ولادت:۔ ۱۳۳۵ھ / ۱۹۱۷ء

وفات:۔ ۱۳۹۳ھ / ۱۹۷۳ء

۱۳۵۸ھ / ۱۹۳۹ء میں جامعہ اسلامیہ ڈابھیل، ضلع سورت سے فارغ ہوئے۔ درسِ نظامیہ مدرسہ عالیہ رامپور میں پڑھا۔ ادیب فاضل، مولوی فاضل وغیرہ امتحانات پاس کئے۔ متعدد دارالعلوموں اور ہائی اسکولوں میں تعلیم دی۔ آپ کی اولاد ایم۔ بی۔ بی۔ ایس اور بی۔ اے۔ بی۔ ٹی وغیرہ تعلیمی درجات پر فائز ہے۔

## ۳۔ غلام محمد بن چوہدری عبدالرحمٰن:

ولادت:۔ ۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۹ء

ضروریاتِ دین اور میٹرک تک تعلیم حاصل کی۔ کھاتہ نویسی (اکاؤنٹ) کے فن میں مہارت پیدا کی۔ اہلِ ثروت کا اعتماد حاصل کیا۔ تقویٰ اور خدمتِ خلق کو شعار بنایا۔ آپ کے لڑکے

ایم۔اے انگلش اور ایل۔ایل۔بی وغیرہ تعلیمی درجات پر فائز ہیں۔

**۴۔نور محمد بن خدابخش:۔** فوجی تعلیمات و ترقیات حاصل کیں۔نیوی میں لفٹیننٹ کمانڈر مقرر ہوئے آپ کے چند لڑکے بیرونی ممالک میں زیرِ تعلیم ہیں۔

ولادت:۔ ۱۳۳۰ھ / ۱۹۱۲ء
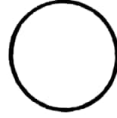
# حصۂ دوم

## لدھیانہ اور جہادِ آزادی
## سنہ ۱۸۵۷ء

## تاریخی مقدمات

# ۱- پاک و ہند کی مسلم حکومتیں

| نمبر | حکومت | از | تا | مدت |
|---|---|---|---|---|
| ۱ | عرب | ۹۲ھ / ۷۱۱ء | ۴۰۰ھ / ۱۰۰۹ء | تقریباً ۳۰۰ سال |
| ۲ | غزنوی | ۴۰۰ھ / ۱۰۰۹ء | ۵۸۲ھ / ۱۱۸۶ء | ″ ۱۸۰ سال |
| ۳ | غوری | ۵۸۲ھ / ۱۱۸۶ء | ۶۰۲ھ / ۱۲۰۶ء | ″ ۲۰ سال |
| ۴ | غلامان | ۶۰۲ھ / ۱۲۰۶ء | ۶۸۹ھ / ۱۲۹۰ء | ″ ۸۴ سال |
| ۵ | خلجی | ۶۸۹ھ / ۱۲۹۰ء | ۷۲۰ھ / ۱۳۲۰ء | ″ ۳۱ سال |
| ۶ | تغلق | ۷۲۰ھ / ۱۳۲۰ء | ۸۱۶ھ / ۱۴۱۳ء | ″ ۹۴ سال |
| ۷ | خضر خانی (جانشینِ تیمور) | ۸۱۶ھ / ۱۴۱۳ء | ۸۵۴ھ / ۱۴۵۰ء | ″ ۳۷ سال |
| ۸ | لودھی | ۸۵۴ھ / ۱۴۵۰ء | ۹۳۲ھ / ۱۵۲۶ء | ″ ۷۷ سال |
| ۹ | بابر اور ہمایوں | ۹۳۲ھ / ۱۵۲۶ء | ۹۴۷ھ / ۱۵۴۰ء | ″ ۱۵ سال |
| ۱۰ | سوری | ۹۴۷ھ / ۱۵۴۰ء | ۹۶۲ھ / ۱۵۵۵ء | ″ ۱۶ سال |

★ عربوں کا مرکز حکومت دمشق پھر بغداد تھا۔ غزنویوں کا غزنہ اور آخر ایام میں لاہور۔ غوریوں نے ہرات کو مرکز بنایا۔ ان کے بعد دہلی مرکز رہا۔ البتہ کچھ مدت (سکندر لودھی سے جہانگیر تک) آگرہ مرکز رہا۔

۱۱۔ ہمایوں اور اس کی اولاد۔ سنہ ۹۶۲ھ / ۱۵۵۵ء تا سنہ ۱۲۷۴ھ / ۱۸۵۸ء تقریباً ۳۰۲ سال

جملہ ۱۱۴۶ سال

۲۔ مغلوں کا عہدِ عروج

سنہ ۹۳۲ھ / ۱۵۲۶ء تا سنہ ۱۱۳۱ھ / ۱۷۱۹ء

۱۔ بابر۔ سنہ ۹۳۲ھ / ۱۲۲۶ء تا سنہ ۹۳۷ھ / ۱۵۳۰ء

۲۔ ہمایوں۔ سنہ ۹۳۷ھ / ۱۵۳۰ء تا سنہ ۹۶۳ھ / ۱۵۵۶ء

۳۔ اکبر۔ سنہ ۹۶۳ھ / ۱۵۵۶ء تا سنہ ۱۰۱۴ھ / ۱۶۰۵ء

۴۔ جہانگیر۔ سنہ ۱۰۱۴ھ / ۱۶۰۵ء تا سنہ ۱۰۳۷ھ / ۱۶۲۷ء

۵۔ شاہجہاں۔ سنہ ۱۰۳۷ھ / ۱۶۲۷ء تا سنہ ۱۰۶۸ھ / ۱۶۵۷ء

۶۔ عالمگیر۔ سنہ ۱۰۶۸ھ / ۱۶۵۷ء تا سنہ ۱۱۱۸ھ / ۱۷۰۷ء

۷۔ بہادر شاہ۔ سنہ ۱۱۱۸ھ / ۱۷۰۷ء تا سنہ ۱۱۲۴ھ / ۱۷۱۲ء

۸۔ فرخ سیر۔ سنہ ۱۱۲۴ھ / ۱۷۱۲ء تا سنہ ۱۱۳۱ھ / ۱۷۱۹ء

امام ربانی شیخ احمد سرہندی ۹۷۷ھ / ۱۵۶۹ء تا ۱۰۳۴ھ / ۱۶۲۴ء

شیخ عبدالحق محدث دہلوی ۹۵۸ھ / ۱۵۵۱ء تا ۱۰۵۲ھ / ۱۶۴۲ء

عہدِ سوری کے سولہ سال وضع کرنے کے بعد مدتِ عروج ۱۷۷ سال ہے۔

## ۳۔ عہدِ زوال

سنہ ۱۱۳۲ھ / ۱۷۲۰ء تا سنہ ۱۲۷۴ھ / ۱۸۵۸ء (۱۳۸ سال)

۱۔ محمد شاہ۔ سنہ ۱۱۳۲ھ / ۱۷۲۰ء تا سنہ ۱۱۶۱ھ / ۱۷۴۸ء

۲۔ احمد شاہ۔ سنہ ۱۱۶۱ھ / ۱۷۴۸ء تا سنہ ۱۱۶۷ھ / ۱۷۵۴ء

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سنہ ۱۱۱۵ھ / ۱۷۰۳ء تا سنہ ۱۱۷۶ھ / ۱۷۶۲ء

۳۔ عالمگیر ثانی۔ سنہ ۱۱۶۷ھ / ۱۷۵۴ء تا سنہ ۱۱۷۳ھ / ۱۷۵۹ء

۴۔ شاہِ عالم۔ سنہ ۱۱۷۳ھ / ۱۷۵۹ء تا سنہ ۱۲۲۱ھ / ۱۸۰۶ء

۵۔ اکبر شاہ ثانی۔ سنہ ۱۲۲۱ھ / ۱۸۰۶ء تا سنہ ۱۲۵۳ھ / ۱۸۳۷ء

۶۔ بہادر شاہ ظفر۔ سنہ ۱۲۵۳ھ / ۱۸۳۷ء تا سنہ ۱۲۷۴ھ / ۱۸۵۸ء

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سنہ ۱۱۵۹ھ / ۱۷۴۶ء تا سنہ ۱۲۳۹ھ / ۱۸۲۳ء

## ۴۔ عہدِ فرنگ (برطانیہ)

۱۔ ایسٹ انڈیا کمپنی سنہ ۱۰۰۹ھ / ۱۶۰۰ء تا سنہ ۱۲۷۴ھ / ۱۸۵۸ء

۲۔ ملکہ وکٹوریہ۔ سنہ ۱۲۷۴ھ / ۱۸۵۸ء تا سنہ ۱۳۱۹ھ / ۱۹۰۱ء

۳۔ ایڈورڈ ہفتم۔ سنہ ۱۳۱۹ھ / ۱۹۰۱ء تا سنہ ۱۳۲۸ھ / ۱۹۱۰ء

۴۔ جارج پنجم۔ ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء تا ۱۳۵۵ھ/۱۹۳۶ء

۵۔ ایڈورڈ ہشتم۔ ۱۳۵۵ھ/۱۹۳۶ء

۶۔ جارج ششم۔ ۱۳۵۶ھ/۱۹۳۷ء تا قیام پاکستان ۱۳۶۶ھ/۱۹۴۷ء

**۵۔ اسبابِ زوال**:۔ مسلم حکومتوں کے اسبابِ زوال تین ہیں۔

ترکِ تبلیغ۔ وراثتی جانشینی اور عیاشی

ترکِ تبلیغ کا نتیجہ یہ ہوا کہ مرکزِ حکومت آگرہ اور دہلی میں مسلمان ہمیشہ اقلیت میں رہے۔

وراثتی جانشینی (جس کے قواعد بھی معین نہ تھے) کا نتیجہ یہ نکلا کہ جانشینوں میں صرف پستی ہی پیدا نہیں ہوئی بلکہ ان میں باہمی جنگیں بھی ہوئیں۔ اور غیر مسلموں نے ان کے اختلافات کو بڑھایا۔

عیاشی اور کاہلی کا یہ نتیجہ ہوا کہ وہ سیاسی تدبر اور نظم ونسق سے لاپرواہ ہوگئے۔

لہٰذا محمد شاہ کے عہد میں تمام ملک میں چھوٹی چھوٹی خود مختار ریاستیں پیدا ہوگئیں جس سے ایسٹ انڈیا کمپنی کو علاقائی تسخیر کا موقعہ ملا۔ اس نے ۱۱۷۰ھ/۱۷۵۷ء میں بنگال پر ۱۲۱۳ھ/۱۷۹۹ء میں سلطان ٹیپو کی ریاست میسور پر اور ۱۲۱۸ھ/۱۸۰۳ء میں مرکزی حکومت دہلی پر قبضہ کرلیا۔

اس سے تین سال قبل سکھ قوم پنجاب پر قابض ہوگئی (۱۲۱۵ھ/۱۸۰۰ء تا ۱۲۶۵ھ/۱۸۴۹ء)

پھر انگریزوں اور سکھوں کے درمیان اتحاد قائم ہوا تو مسلمانوں کے خلاف سکھوں کی چیرہ دستیاں بڑھ گئیں۔ اس وقت افغانستان میں احمد شاہ ابدالی کے فوت ہونے کے بعد باہمی کشمکش پیدا ہوگئی تھی۔

اس صورتِ حال سے متاثر ہوکر سید احمد شہیدؒ نے ۱۲۴۱ھ/۱۸۲۶ء میں سکھوں کے خلاف جہاد شروع کیا۔ انھوں نے ۱۲۴۴ھ/۱۸۲۹ء میں سکھوں سے پشاور چھین لیا۔ اور ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء تک

جہاد کرتے ہوئے بالاکوٹ ضلع ہزارہ میں شہید ہوئے۔

اگرچہ سیاسی نتائج کے اعتبار سے یہ تحریک ناکام ہوئی لیکن اس سے تمام برصغیر کے مسلمانوں میں عظیم بیداری پیدا ہوگئی۔ چند سال بعد اسی تحریک نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے خلاف جدوجہد کی صورت اختیار کرلی۔ بہادر شاہ ظفر اپنے وسائل وحالات کے اعتبار سے اس قابل نہ تھا کہ قوت کے ساتھ جنگ کرتا لیکن عام لوگوں نے (جس میں فوج بھی شامل تھی) مختلف علاقوں میں اپنے طور پر جنگ جاری رکھی۔ جس نے پھر ۱۲۷۲ھ / ۱۸۵۷ء میں انگریز کے خلاف عام جنگ کی صورت اختیار کرلی۔

اس وقت مولانا عبدالقادر لدھیانوی (۱۲۰۵ھ / ۱۷۹۱ء تا ۱۲۷۶ھ / ۱۸۶۰ء) نے فرضیت جہاد پر ایک فتویٰ مرتب کیا۔ جس سے مختلف الخیال طبقوں میں تنظیم پیدا ہوئی۔ کمپنی کی حکومت کا تختہ الٹ دیا گیا تھا۔ مگر اتفاق سے اس وقت برطانیہ کی ایک فوج چین جا رہی تھی۔ وہ ہندوستان لائی گئی۔ اس نے سکھوں اور ملکی غداروں کی مدد سے ایسٹ انڈیا کمپنی کو بچالیا اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے ہندوستان کی سلطنت جاتی رہی۔

اس جہاد میں چونکہ کمپنی کی فوج بھی شامل تھی۔ اس لئے انگریزوں نے اس کا نام غدر رکھا۔

## ۶۔ پاک وہند کی علمی واصلاحی تحریک کے ادوار

مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ [۱] شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ

۹۷۷ھ / ۱۵۶۹ء تا ۱۰۳۴ھ / ۱۶۲۴ء — ۹۵۸ھ / ۱۵۵۱ء تا ۱۰۵۲ھ / ۱۶۴۲ء

---

(۲)
شاہ ولی اللہؒ اور ان کے فرزندگانِ گرامی

۱۱۱۵ھ / ۱۷۰۳ء تا ۱۱۷۶ھ / ۱۷۶۲ء

| شاہ عبدالعزیز | شاہ رفیع الدین | شاہ عبدالقادر | شاہ عبدالغنی |
|---|---|---|---|
| ۱۲۳۹ھ | ۱۲۳۳ھ | ۱۲۳۰ھ | ۱۲۲۷ھ |
| سنہ | سنہ | سنہ | سنہ |
| ۱۸۲۳ء | ۱۸۱۸ء | ۱۸۱۵ء | ۱۸۱۲ء |

ان چاروں بھائیوں کی ترتیبِ وفات، ترتیبِ ولادت کے برعکس ہے۔
شاہ عبدالغنی سب سے چھوٹے اور سب سے پہلے فوت ہوئے۔ انھیں خدمتِ دین کا وقت کم ملا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس کمی کو ان کے فرزند شاہ اسمٰعیل شہید سے پورا کر دیا۔

(۳)

| سید احمد شہیدؒ | شاہ اسمٰعیل شہیدؒ | شاہ محمد اسحٰق دہلوی | مولانا شاہ عبدالقادر لدھیانوی |
|---|---|---|---|
| ۱۲۴۶ھ | ۱۲۴۶ھ | ۱۲۶۲ھ | ۱۲۷۶ھ |
| سنہ | سنہ | سنہ | سنہ |
| ۱۸۳۱ء | ۱۸۳۱ء | ۱۸۴۶ء | ۱۸۶۰ء |
| امام المجاہدین | | امام المحدثین | امام آزادیِ ہند |

میری محفل سے اٹھ کر جانے والو
مجھے بھی اپنی محفل میں بلا لو
تمھارے بعد کس سے دل لگاؤں
میری بزمِ وفا سے جانے والو

**مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ** :- جلال الدین اکبر کے عہد میں پیدا ہوئے۔ جہانگیر کے ہم عصر ہیں۔ دینِ اکبری کے پیدا کردہ فسادات کی اصلاح کی اور بڑی حد تک کامیاب رہے۔ علماءِ سو کی کمزوریوں کو واضح کیا۔ بدعت حسنہ و سیئہ کی تقسیم کا ابطال کیا۔ وحدۃ الوجود اور گمراہ صوفیوں کی تردید کی۔

مقام صحابہ کرام ان کی اہمیت و احترام کو واضح کیا۔ آپ کے مکتوبات ان مباحث کا زندہ ثبوت ہیں۔

**شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ**:- نے اس ملک کی درسیات میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور علم الحدیث کو رواج دیا۔ بیش قیمت تصنیفات پیش کیں۔

**شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ**:- اورنگ زیب عالمگیرؒ کے آخری چار سالہ دور میں پیدا ہوئے۔ مغلوں کے زوال کا جائزہ لیا۔ حکومتوں کے عروج و زوال کے اسباب لکھے۔ قرآن مجید کا ملکی زبان میں ترجمہ، اصول تفسیر اور فلسفہ تشریح پیش کیا۔ فقہی مذاہب میں تطبیق دی۔ خلافتِ اسلامی اور ملوکیت کا فرق واضح کیا۔ مسلمانوں کے دلوں میں جہادِ اسلامی کا احساس پیدا کیا۔

آپ کے چاروں فرزند آپ ہی کی مثل مرجع العلماء اور یگانۂ روزگار تھے۔

**شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ**:- اپنے سب بھائیوں سے بڑے اور سب کے بعد فوت ہوئے۔ اس لئے اپنے والد شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی جانشینی کا طویل فریضہ انہی پر عائد ہوا۔

ان کے زمانے ۱۲۱۵ھ/۱۸۰۰ء میں پنجاب پر سکھوں کا قبضہ اور ۱۲۱۸ھ/۱۸۰۳ء میں مرکز حکومت دہلی پر انگریز کا قبضہ ہوا۔ مسلمان بادشاہوں کے اختیارات انتہائی محدود کر دیے گئے۔ تو شاہ عبد العزیزؒ نے اس ملک کے دار الحرب ہونے کا فتویٰ جاری کیا۔ ملک کے طول و عرض میں اس فتویٰ کی خاطر خواہ پذیرائی ہوئی۔

ایک طرف علمائے ٹھٹھہ (سندھ) نے اس فتویٰ کے حوالے سے دیارِ سندھ کو دار الحرب قرار دیا، تو دوسری طرف بنگال میں حاجی شریعت اللہ نے فرائض دین قائم کرنے کی غرض سے فرائضی تحریک شروع کی۔

شاہ عبد العزیزؒ کا معمول یہ تھا کہ درس و تدریس کے مخصوص حلقے کے علاوہ عوام مسلمانوں کے لئے ہفتہ میں دو دن وعظ کرتے تھے۔ ان کی تعلیم و ارشاد کا یہ سلسلہ تقریباً ٦٢ برس تک جاری

اس طویل مدت میں آپ کے تربیت یافتہ افراد ہزاروں کی تعداد میں ملک کے طول وعرض میں پھیل گئے۔

**تحریک مجاہدین :-** کفار کے بڑھتے ہوئے اقتدار کے پیش نظر شاہ عبدالعزیز نے اپنی جماعت کو دو مقصد کے لئے تیار کیا۔ جہاد مع الکفار اور تعلیم دین۔ مقصد جہاد کے لئے اپنے تلمیذ خاص سید احمد بریلویؒ کو تیار کیا۔ ان کی اعانت اور مشورہ کے لئے اپنے بھتیجے شاہ اسمٰعیل شہیدؒ اور اپنے داماد مولانا عبدالحی کو خصوصی مشیر قرار دیا۔

پھر ان سب کو ۱۲۳۶ھ میں بیعت جہاد لینے کے لئے ہندوستان کے دورہ پر بھیجا۔ اس کے بعد تمام قافلے کو ۱۸۲۱ء حج پر جانے کا حکم دیا۔ جب یہ قافلہ حج سے واپس آیا تو شاہ عبدالعزیزؒ فوت ہو چکے تھے۔ ۱۲۳۹ھ ۱۸۲۴ء اور ان کے نواسے شاہ محمد اسحٰق ان کی جگہ جانشین مقرر ہوئے۔

لہٰذا ۱۲۴۱ھ ۱۸۲۶ء میں مجاہدین کی اس جماعت نے راجپوتانہ، سندھ، بلوچستان، افغانستان اور پشاور کے راستے چارسدہ پہنچ کر افغان قبائل کی مدد سے سکھوں سے جہاد شروع کر دیا۔

شاہ محمد اسحٰق مرکز (دہلی) میں مقیم رہے۔ درس و تدریس کے علاوہ مجاہدین کی سرپرستی فرماتے رہے۔ ان کے ذریعے مجاہدین کو روپیہ اور لشکر پہنچتا رہا۔

مجاہدین کا مقصد سکھا شاہی ختم کرکے انگریز سے نمٹنا تھا۔ یہ منصوبہ اگرچہ تکمیل نہ پا سکا۔ مولانا عبدالحی پہلے ہی ۱۲۴۳ھ ۱۸۲۸ء میں فوت ہو گئے۔ سید احمد اور شاہ اسمٰعیل شہید بالاکوٹ کے مقام پر سکھوں سے لڑتے ہوئے ۲۴۔ ذیقعد ۱۲۴۶ھ مطابق ۶۔ مئی ۱۸۳۱ء میں شہید ہو گئے۔ مگر اس تحریک نے مسلمانوں میں عظیم بیداری پیدا کر دی، جو آگے چل کر آزادیِ ہند کا باعث بنی۔

---

**شاہ محمد اسحٰق محدث دہلویؒ :-** کو مقصد تعلیم کے لئے خاص طور پر تیار کیا گیا

تھا۔ لہٰذا شاہ عبدالعزیزؒ جانشین مقرر ہوئے اور واقعہ بالاکوٹ کے گیارہ سال بعد تک دہلی میں درسِ حدیث دیتے رہے۔ پھر ۱۲۵۷ھ/۱۸۴۱ء میں ہجرت الی الحجاز فرمائی اور ۱۲۶۲ھ/۱۸۴۶ء میں فوت ہوئے۔ شاہ اسمٰعیل اور شاہ اسحٰق کے متعلق شاہ عبدالعزیز فرمایا کرتے تھے۔

الحمد للّٰہ الذی وھب لی علی الکبر اسمٰعیل و اسحاق۔

شاہ محمد اسحٰق کے ہزارہا شاگردوں میں چار حضرات خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔

۱۔ شاہ عبدالغنی مجددی دہلویؒ (ف ۱۲۹۶ھ/۱۸۷۹ء)
۲۔ مفتی عنایت احمد کاکوروی (ف ۱۲۷۹ھ/۱۸۶۳ء)
۳۔ مولانا نواب قطب الدین خاں دہلویؒ (ف ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء)
۴۔ مولانا احمد علی محدث سہارنپوری (ف ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء)

شاہ عبدالغنی مجددیؒ نے علم حدیث کی تعلیم و تدریس کا کام کیا۔ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ (ف ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء) مولانا رشید احمد گنگوہیؒ (ف ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء) اور مولانا محمد مظہر نانوتویؒ (ف ۱۳۰۲ھ/۱۸۸۵ء) انہی کے اجلِ تلامذہ میں سے ہیں۔ ان کا فیض دارالعلوم دیوبند اور مظاہر العلوم سہارنپور کی شکل میں قائم ہوا۔

مفتی عنایت احمد کاکورویؒ نے بریلی (روہیلکھنڈ) میں ۱۲۷۱ھ/۱۸۵۵ء میں مسلمانوں کی ایک نیم سیاسی اور اصلاحی انجمن بنائی جس نے اصلاحِ معاشرہ کا منظم کام کیا۔ اور جزائر انڈمان سے واپس آکر کانپور میں مدرسہ فیض عام جاری کیا۔ اسی مدرسہ فیض عام میں ۱۳۰۱ھ/۱۸۸۴ء میں مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ مدرس ہوئے اور اسی کا فیض بالآخر ندوۃ العلماء لکھنؤ کی شکل میں ظاہر ہوا۔

مولانا نواب قطب الدین خاں نے مذہبی و اصلاحی لٹریچر اردو میں پیش کیا۔ قرآن مجید کی تفسیر لکھی اور حدیث کی مشہور کتاب مشکوٰۃ شریف کا ترجمہ و شرح (مظاہر حق) تحریر کیا۔

مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ نے دہلی میں اپنا مطبع احمدی قائم کر کے سب سے پہلے حدیث کی متداول و مشہور کتب بخاری و مسلم وغیرہ طبع اور شائع کیں۔

**مولانا شاہ عبدالقادر محدث لدھیانوی رح** - آپ نے علم حدیث پہلے مولانا عبداللہ جیراجوی سے حاصل کیا۔ پھر دہلی گئے۔ شاہ عبدالعزیز، شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر سے براہِ راست استفادہ کیا۔

شاہ عبدالقادر محدث دہلوی رح کے ترجمہ و تفسیر موضح القرآن کی فہرست لکھی۔ اور شاہ عبدالعزیز کے حواشی بدیع المیزان (منطق) کو مہذب و مرتب کیا۔ اور بعض مقامات پر اپنے حواشی کا اضافہ کیا۔

دہلی سے فارغ ہو کر خانقاہ دلیا نوالا مضافات لدھیانہ میں مربّی و مدرس مقرر ہوئے۔ درسِ قرآن مجید کے علاوہ علم تفسیر و حدیث کو رواج دیا۔ اس وقت دہلی میں شاہ محمد اسحاق اور مشرقی پنجاب میں مولانا شاہ عبدالقادر مرکزِ دین اور مرجع العلماء تھے۔

مولانا عبدالقادر نے شاہ عبدالعزیز کے طرز پر ہفتہ میں دو دفعہ وعظ کا طریقہ بھی رائج کیا۔ شاہ عبدالعزیز کے فتویٰ دار الحرب کی اہمیت کو واضح کیا۔ تحریک مجاہدین کی اعانت کی اور ۱۲۷۳ھ ۱۸۵۷ء کی تحریک آزادیِ ہند میں فرضیتِ جہاد پر ایک فتویٰ جاری کیا اور اپنے تمام متعلقین سمیت اس میں بھرپور حصہ لیا۔

اس کے بعد آپ کے فرزندِ اکبر مولانا سیف الرحمٰن رح نے افغانستان کے آزاد قبائل میں رہ کر انگریز کے خلاف عرصہ دراز تک جہاد جاری رکھا۔

آپ کے فرزندِ ثانی مولانا محمد لدھیانوی رح نے کتبِ حدیث (موطا امام محمد اور شرح معانی الآثار طحاوی) پر حواشی لکھے نیز مرزا غلام احمد قادیانی پر سب سے پہلے فتویٰ کفر جاری کیا۔

آپ کے فرزند ثالث و رابع (مولانا عبداللہ و مولانا عبدالعزیز) نے اس وقت کے فرقہائے باطلہ سے مناظرے کئے اور تمام ملک میں اپنے خرچ پر تبلیغی دوروں کو رواج دیا۔ تفصیلات آئندہ ابواب میں دیکھئے۔

**۷۔ لدھیانہ:۔** ہندوستان کے سابق حکمران خاندان لودھی کی طرف منسوب مشرقی پنجاب کے ایک ضلع کا صدر مقام اور معروف صنعتی شہر ہے۔ مغربی پنجاب پر سکھوں کی حکومت کے ایام میں لدھیانہ انگریزوں کی سرحدی چھاؤنی اور مشرقی پنجاب کا ڈویژن (مرکز) تھا۔

یہاں سے امام ربانی مجدد الف ثانی کی بستی سرہند تقریباً بیس پچیس میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اس لئے یہ علاقہ علماء، وفضلاء، اور اہل اللہ کا مرکز بھی رہا ہے۔

شاہ محمد اسحٰق محدث دہلویؒ کی ہجرت الی الحجاز (سنہ ۱۲۵۷ھ / ۱۸۴۱ء) کے بعد پنجاب اور افغانستان کی علمی و دینی قیادت بیشتر علماء لدھیانہ ہی کے ہاتھ میں رہی۔ دیوبند، علی گڑھ اور ندوۃ کی تعلیم گاہوں کا قیام اور فروغ بعد میں ہوا ہے[1]۔

افغانستان میں اندرونی کشمکش کی وجہ سے احمد شاہ ابدالی کے پوتے (شاہ زماں اور شاہ شجاع الملک) لدھیانہ میں پناہ گزین ہوئے۔ ان کے حریف سردار دوست محمد خاں بارک زئی بھی چند روز یہاں ٹھہرے۔

**تفصیل یہ ہے کہ** سنہ ۱۲۱۵ھ (۱۸۰۱ء) میں افغانستان کے بارک زئی خاندان نے (جس کے لیڈر پائندہ خان، فتح خاں اور سردار دوست محمد خان تھے) احمد شاہ ابدالی کے پوتے شاہ زماں کو اقتدار سے ہٹا کر ملک بدر کر دیا۔ پھر سنہ ۱۲۲۴ھ (۱۸۰۹ء) میں اس کے بھائی شاہ شجاع الملک کو بھی اقتدار سے ہٹا کر ملک بدر کیا۔ اور سردار دوست محمد خاں کی حکومت کا اعلان کر دیا۔

ابدالی برادران یکے بعد دیگرے انگریزوں کے پناہ گزین ہو کر لدھیانہ شہر میں مقیم ہوئے۔ شاہ زماں تو نابینا ہو چکے تھے۔ لہٰذا شاہ شجاع الملک نے دوست محمد خاں کے خلاف انگریزوں سے مدد طلب کی۔

۲۶۔ جون سنہ ۱۲۵۴ھ (۱۸۳۸ء) میں انگریزوں نے شاہ شجاع الملک اور رنجیت سنگھ کے ساتھ ایک معاہدہ (اتحاد ثلاثہ) کیا۔ جس کی رو سے شاہ شجاع الملک کو امیر کابل

---

[1] قیام دار العلوم دیوبند سنہ ۱۲۸۳ھ (۱۸۶۶ء) قیام علی گڑھ کالج سنہ ۱۲۹۴ھ (۱۸۷۷ء) قیام ندوۃ العلماء لکھنؤ سنہ ۱۳۱۱ھ (۱۸۹۴ء)

بنانے کا فیصلہ کیا گیا۔

۱۲۵۵ھ میں انگریز اور سکھ مشترکہ فوج نے افغانستان پر اچانک حملہ کر کے ۱۸۳۹ء شجاع الملک کو تخت نشین بنا دیا اور دوست محمد خاں کو گرفتار کر کے کلکتہ میں نظر بند کر دیا۔

کلکتہ جاتے ہوئے وہ لدھیانہ سے گزرا تو مولانا عبدالقادر لدھیانوی سے ملاقات کی اور دعا کی درخواست کی۔ مولانا عبدالقادر نے فرمایا شاہ شجاع الملک قتل کیا جاوے گا اور تم کو دوبارہ کابل کی حکومت نصیب ہوگی۔

چنانچہ ۱۲۵۷ھ میں افغانوں نے امیر دوست محمد خاں کے بیٹے اکبر خاں کی قیادت میں ۱۸۴۱ء بغاوت کر کے شجاع الملک اور اس کی حامی فوج سولہ ہزار پانچسو کو قتل کر دیا۔ فقط ایک آدمی زندہ سلامت واپس ہندوستان پہنچا۔

انگریزوں نے مجبور ہو کر دوست محمد خاں کو غیر مشروط طور پر امیر افغانستان تسلیم کر لیا۔ وہ کلکتہ سے رہا ہو کر واپس کابل پہنچا اور تا وفات ۱۲۷۹ھ حکومت ۱۸۶۳ء کرتا رہا اور مولانا عبدالقادر لدھیانوی کے عقیدت مندوں میں شامل رہا۔

دوست محمد خان کے جانشین امیر عبدالرحمٰن خان، امیر حبیب اللہ خان اور امیر امان اللہ خان بالترتیب اس کے پوتے، پڑپوتے اور سکڑپوتے ہوئے ہیں۔

---

# باب ہفتم

## مولانا عبدالقادر لدھیانوی رح

## اور

## اُن کے آبار

# خانقاہ ڈانگو ولیانوالا (بلبیہ وال)

قطب الارشاد مولانا عبداللہ ولیؒ

مولانا حافظ حکیم عبدالوارثؒ

مولانا عبدالقادرؒ — میاں غلام نبیؒ — حافظ بی بیؒ

مولانا سیف الرحمٰنؒ — مولانا محمدؒ — مولانا عبداللہؒ — مولانا عبدالعزیزؒ

بی بی مخدومۃ النساء

مولانا محمد سلیم
بانی سلیم آباد خیرپور میرس

اے مربیانِ محفلِ ما
رفتید ولے نہ از دلِ ما

ترجمہ: ۔ اے ہماری محفل کے مربیو! تم آنکھوں سے غائب ہو گئے مگر ہمارے دلوں میں بستے ہو۔

**مولانا عبداللہ ولی :-** اضلاع لدھیانہ، جالندھر اور ہوشیارپور کے سنگھم پر ایک قدیم بستی دانگو نام سے موسوم تھی۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (ف ۱۱۷۶ھ / ۱۷۶۲ء) اور مرزا مظہر جانِ جاناں (ف ۱۱۹۵ھ / ۱۷۸۰ء) کے مصاحبین میں سے ایک عالم دین مولانا عبداللہ اس بستی میں مقیم تھے جو مولانا عبداللہ ولیؒ دانگوی مشہور ہیں۔

آپ سے دینی تعلیم و تربیت حاصل کرنے کے لئے قریب بعید سب علاقوں کے لوگ بکثرت حاضر ہوتے۔ مشرقی پنجاب میں آپ کو مرکزیت حاصل تھی۔ آپ کی بہت سی کرامات عوام و خواص میں اب تک منقول و مشہور ہیں۔ لہذا ان کی وفات کے بعد یہ بستی ولیانوالا کے نام سے موسوم ہوئی۔

صوفی اکبر علی جالندھری تحریر فرماتے ہیں جن ایام میں شاہ ولی اللہ اور آپ کے خاندان کے بے شمار فیض سے باشندگانِ دہلی مالا مال ہو رہے تھے۔ ان ایام میں مولوی عبداللہ صاحب دانگوی علاقہ جالندھر میں بڑے زبردست عالم اور مشہور ولی تھے۔ صدہا ان سے فیض پاکر علم ظاہر اور باطن کے پیشوا بن گئے۔ چھوٹی عمر میں قرآن شریف اڑھائی ماہ میں حفظ کیا۔ قصیدہ بردہ عربی (جس کے اشعار دو سو سے زائد ہیں) دو دفعہ سن نے سے تیسری دفعہ یاد سنا دیا۔

بیان کرتے ہیں کہ (دریا کا راستہ تبدیل ہونے کی وجہ سے) آپ کا جسم مبارک لحد سے چالیس دن کے بعد زندوں کی طرح صحیح و سلامت برآمد ہوا۔ ناخن اور بال بدستور تھے[1]۔

مولانا محمد لدھیانویؒ نے اسی روایت کو نعتادلی قادریہ کے مقدمہ میں نقل کیا ہے اور بدستور تھے کے بجائے بدستور بڑھے ہوئے تھے تحریر کیا ہے۔

---

[1] سلیم التواریخ صفحہ ۴۷۰

**مولانا حافظ حکیم عبدالوارث** قبل ۱۲۳۰ھ ۱۸۱۵ء - موضع انوکھرداں ضلع جالندھر میں پیدا ہوئے۔ تعلیم و تربیت مولانا عبداللہ ولی دانگوی سے حاصل کی۔ اور انہی کی صاحبزادی سے نکاح ہوا اور انہی کے پاس موضع دانگو (دلیانوالا) میں مستقل مقیم ہو گئے۔ آپ کے دو لڑکے اور ایک لڑکی پیدا ہوئے۔ جو مولانا عبدالقادر، میاں غلام نبی اور حافظ بی بی ناموں سے معروف ہیں۔

**مولانا عبدالقادر** ۱۲۰۵ھ ۱۷۹۱ء تا ۱۲۷۶ھ ۱۸۶۰ء - دلیانوالا میں پیدا ہوئے۔ درسِ نظامی گھر پر پڑھا اور علومِ حدیث کے لئے سفر کیا۔ آپ کی اسنادِ حدیث بواسطہ مولانا عبداللہ جیراجوی (جیراجپوری) شاہ عبدالقادر بن شاہ ولی اللہ تک پہنچتی ہے۔ چنانچہ آپ کے فرزند مولانا محمد لدھیانویؒ موطا امام محمد کے حواشی میں خاتمہ پر لکھتے ہیں:-

(عبد القادر قال اجازنا واخبرنا بعلم الحدیث شیخی الکامل
عبد اللہ جیراجوی اخبرنا عبد القادر بن ولی اللہ
عن والدہ)

نیز آپ کے فرزند مولانا عبدالعزیز لدھیانویؒ نے گلشنِ عزیزی میں آپ کے سلسلہ سلوک و تصوف کی اسناد بھی یہی بیان کی ہے۔ مگر خاندان کے بزرگوں میں مشہور ہے کہ مولانا عبدالقادرؒ نے دہلی پہنچ کر شاہ عبدالعزیزؒ، شاہ رفیع الدینؒ اور شاہ عبدالقادرؒ سے براہِ راست اجازت تفسیر و حدیث حاصل کر لی تھی اور شاہ عبدالقادرؒ کی اجازت سے ان کے ترجمہ و تفسیر موضح القرآن کی فہرست مرتب کی تھی۔ اسی طرح شاہ عبدالعزیزؒ کے حواشی بدیع المیزان (منطق) پر نظرِ ثانی اور اضافہ کیا تھا جیسا کہ آئندہ واضح ہوگا۔

مولانا عبدالقادر کے دہلی پہنچنے کا ذکر صوفی اکبر علی جالندھری نے بھی کیا

ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ۔

طالب علمی کے زمانے میں ایک دفعہ مولوی عبدالقادر صاحب پورے دہلی کو آئے۔ راستہ میں کسی نے روٹی نہیں دی اور نہ آپ نے کسی سے طلب کی۔ پھل پھلوری اور ساگ پات کھا کر سفر کاٹ دیا۔ ؎۱

**علمی خدمات:۔** مولانا عبدالقادر دہلی سے فراغت پا کر موضع ولیانوالا میں اپنے نانا (مولانا عبداللہ ولی) کے قائم کردہ مدرسہ اور خانقاہ کے مہتمم و مربی مقرر ہوئے۔ تعلیم و تدریس کے علاوہ آپ نے کچھ تصانیف بھی کی ہیں ـــــ راقم الحروف کو جن کا علم ہو سکا وہ یہ ہیں۔

۱۔ آئینۂ قرآن ۔ کے نام سے شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ کے ترجمہ و تفسیر کی فہرست مع تخریجِ آیات ۱۵۱ صفحات میں تحریر کی جو ۱۸۸۱ء میں لدھیانہ سے طبع و شائع ہوئی ؎۲

۲۔ فقہی مسائل کے جوابات تحریر کئے جو بعد میں فتاوی علماء لدھیانہ موسوم بفتاوی قادریہ بہ ترتیب مولانا محمد لدھیانویؒ طبع ہوئے۔ اس میں مولانا عبدالقادر اور ان کے بیٹوں کے فتاوی جمع ہیں۔

۳۔ کتاب بدیع المیزان (منطق) پر شاہ عبدالعزیز کے حواشی کی نظر ثانی اور تہذیب فرمائی۔ بعض مقامات پر اپنے حواشی کا اضافہ بھی کیا۔ راقم الحروف کو ان حواشی کا اصل نسخہ نہ مل سکا۔ البتہ بدیع المیزان مجتبائی دہلی مطبوعہ ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۲ء کے متعدد صفحات پر مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ کا حوالہ موجود ہے۔

---

؎۱ سلیم التواریخ صفحہ ۱۷۴ ؎۲ قاموس الکتب اردو۔ از انجمن ترقی اردو پاکستان نمبر شمار ۸۳۷

مثلاً صفحہ ۲ کا حاشیہ نمبر ۴ ، اور صفحہ ۱۹ کا حاشیہ نمبر ۶ الی آخرہٖ

## تبلیغ وارشاد:-

شاہ عبدالعزیزؒ کے طرز پر عوام کے لئے ہفتہ میں دو دفعہ وعظ کہنا شروع کیا۔ عقائد، اخلاق اور معاملات کی اصلاح کے علاوہ شاہ عبدالعزیزؒ کے فتویٰ دارالحرب اور اس کے تقاضوں کی وضاحت بھی فرمایا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے آپؒ کے وعظ وارشاد میں معجزانہ تاثیر وقوت ودیعت فرمائی تھی جو پتھر دلوں کو موم کر دیتی۔ لوگ دور دراز سے سفر کر کے آپؒ کا وعظ سنتے اور واپس جا کر اپنے علاقوں میں اس کا تذکرہ کرتے۔ اس طرح مشرقی پنجاب میں مولانا عبداللہ دنی کی طرح آپ کو بھی مقبولیت ومرکزیت حاصل ہو گئی۔

سابق والیان افغانستان شاہ زمان اور شاہ شجاع الملک (جو اس وقت لدھیانہ شہر میں مقیم تھے) لدھیانہ سے سات آٹھ میل سفر کر کے خانقاہ ولیانوالا پہنچتے اور آپؒ کی مجالس میں شریک ہوتے تھے۔

## فضائل واخلاق:-

صوفی اکبر علی جالندھری تحریر فرماتے ہیں۔

★ ایک دفعہ مولانا عبدالقادرؒ کے استاد نے مغرب کے وقت مجمعِ علماء میں آپ کو امام بنایا۔ آپ نے سورہ واقعہ درد آمیز لہجہ سے جو پڑھنی شروع کی تو آپ کے استاد نماز میں زار زار باوازِ بلند روتے رہے۔ بعد میں فرمایا کہ میں ولایتی (پٹھان) سخت دل آدمی ہوں کبھی ایک آنسو چشم سے نہیں نکالا۔ لیکن آج اس شخص کے پڑھنے سے میں ایسا متاثر ہوا گویا قیامت کا حشر برپا ہے۔

★ ایک دفعہ مولانا عبدالقادرؒ کو بریلی کے قاضی نے سو روپے[۵] ماہوار دینا کر کے اپنے لڑکے کی تعلیم پر نوکر رکھنا چاہا۔

---

[۵] اُس وقت کا سو آجکل کا ہزار برابر ہے۔

آپنے قاسمی کو فرمایا کہ تمہارے یہاں رشوت کا روپیہ آتا ہے اگر ہم نے آپ کی نوکری اختیار کی تو حرام کی تاثیر ہمارے رگ و ریشہ میں ہو جائے گی تو ہم پھر اپنی باقی عمر کس طرح گذاریں گے؟

★ ——— میر محبوب علی نے بوقت منصفی مقدمہ[1] خانقاہ ذ(۲۰۰) روپے بنام زکوٰۃ اخوند نور الدین کے ہاتھ مولانا موصوف کو بھیجے مولانا صاحب نے فرمایا کہ یہ روپیہ لینا مجھ کو حرام ہے کیونکہ یہ رشوت ہے زکوٰۃ نہیں۔

★ ——— نہنگ خان افغان ساکن کوٹلہ منسل رڈیڑ (جن کا دعویٰ تھا کہ میں نے شاہ عبد العزیز محدث دہلوی اور بڑے بڑے عالموں کے وعظ سنے ہیں لیکن میں کبھی اثر پذیر نہیں ہوا) آپ کے پرجوش وعظ سے تائب ہو کر کچھ زمین بطور انعام آپ کو دینے لگا۔ آپ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا[2]

★ ——— منشی عبد الرحمان لدھیانوی لکھتے ہیں کہ کولٹن صاحب بہادر (ڈپٹی کمشنر لدھیانہ) نے بمراتب دکرات حضرت موصوف سے فرمایا کہ اگر آپ شرعی مقدمات کو سرکاری ملازمت اختیار کر کے فیصلہ کیا کریں تو میں اس بات میں آپ کے نام پر منظوری منگوا سکتا ہوں۔

حضرت موصوف نے فرمایا کہ مسائل دین کے بیان کرنے میں مجھے تنخواہ لینے کی ضرورت نہیں[3]

---

[1] اس مقدمہ میں مولانا سے کوئی فتویٰ طلب کیا گیا تھا

[2] سلیم التواریخ صفحہ ۲۷۲  [3] تذکرۃ الرشید صفحہ ۴۴

خدا کے پاک بندوں کو حکومت میں غلامی میں
زرہ کوئی اگر محفوظ رکھتی ہے تو استغنا

## تحریکِ مجاہدین کی اعانت :-

بزرگانِ خاندان میں یہ بات تواتر کیساتھ منقول ہے کہ امیر المجاہدین سید احمد شہیدؒ (۱۲۴۶ھ / ۱۸۳۱ء) کی اہلیہ محترمہ نے (جو ہندوستان میں مقیم تھیں) مولانا عبدالقادر لدھیانوی کے نام ایک خط بھیجا جو فارسی زبان میں تحریر تھا اس میں مجاہدین کے لئے مالی اور بدنی اعانت کی ترغیب دی گئی تھی اور اپنے دستخط ام اسمٰعیل نام سے کئے تھے۔

سید صاحب چونکہ امیر المجاہدین تھے اس لئے ان کی اہلیہ محترمہ اپنے کو ام المجاہدین اور ام اسمٰعیل لکھتی تھیں۔ مولانا اسمٰعیل شہید (۱۲۴۶ھ / ۱۸۳۱ء) شاہ ولی اللہؒ کے پوتے اور مجاہدین کے نائب امیر تھے۔

اس خط کے جواب میں مولانا عبدالقادر نے فوری طور پر مالی اعانت ارسال فرمائی تھی۔ اس علاقہ میں چونکہ سکھ قوم اکثریت میں تھی اس لئے بدنی اعانت کے متعلق مخفی طور پر مجاہدین بھیجنے کی فکر میں تھے کہ شہادت بالاکوٹ کی اطلاع موصول ہوئی آپ کو اپنی کوتاہی پر انتہائی دکھ اور صدمہ ہوا۔ دعا کیا کرتے تھے کہ اے اللہ مجھے اس کا کفارہ ادا کرنے کی توفیق عطا فرما۔

## شاہ زمان کی عقیدت اور لدھیانہ شہر میں قیام :-

صوفی اکبر علی تحریر فرماتے ہیں۔ مولانا عبدالقادر کی رہائش موضع بلیہ وال (دلیا نوالا) تحصیل لدھیانہ میں تھی۔ ۱۲۴۶ھ / ۱۸۳۱ء میں حسب درخواست شاہ زمان (سابق والیِ کابل) خاص شہر لدھیانہ میں[1] تشریف لائے۔ اس وقت اس شہر میں دین کا چرچا نہ تھا۔ ۲۶ برس

---

[1] شہر میں مدرسہ اور قیام گاہوں کی سہولت شاہ زمان ہی نے فراہم کی تھی۔

یعنی مفسدۂ دہلی (۱۸۵۷ء) تک باشندگانِ شہر کو فیض پہنچایا۔ شاہ موصوف آپ پر کمال اعتقاد[۱] رکھتے تھے۔ چنانچہ خطوطِ شاہی سے اس کی صداقت پورے طور پر ہو سکتی ہے۔

اور شاہ موصوف کو فہمائش کر کے ان کی ایک لڑکی کا نکاح کروا دیا تھا حالانکہ وہ اس بات کو بہت ہی معیوب سمجھتا تھا۔ اور شاہ شجاع الملک ذی رعب کو بھی اس بات میں تحریک فرمائی[۲]

امیر دوست محمد خاں بارک زئی والیِ کابل کو بوقتِ ملاقات فرمایا کہ شاہ شجاع الملک قتل کیا جاوے گا اور آپ کو دوبارہ کابل کی حکومت نصیب ہوگی۔ اس بات کے ظہور ہونے کے بعد امیر صاحب مولانا کو اپنے ساتھ لے جانے کو تیار ہوئے لیکن آپ نے جانا مناسب نہ سمجھا[۳]

منشی عبدالرحمٰن لدھیانوی لکھتے ہیں کہ مولانا عبدالقادر نے امیر دوست محمد خاں کی درخواست کے جواب میں فرمایا، آپ کے ساتھ جانے میں بے شک دنیا کا فائدہ ہے لیکن دین کا سراسر نقصان ہے کیونکہ آپ خلاف شرع حکم کریں گے اگر میں نے روکا تو آپ مجھ سے آزردہ ہوں گے۔ اگر نہ روکا اور آپ کا لحاظ کیا تو میں گنہگار ہوں گا[۴]

**انگریز کے خلاف فتویٰ جہاد اور اقدام :-** مئی ۱۸۵۷ء میں انگریز کو ہندوستان سے نکال دو (نعرہ) کے ساتھ بنگال سے تحریک آزادی کا آغاز ہوا۔ لکھنؤ، میرٹھ اور بعض دوسرے شہروں میں بھی تحریک اٹھی۔ ہر جگہ دیسی سپاہیوں

---

[۱] جب مولانا خطبہ جمعہ کیلئے ممبر پر بیٹھتے تو شاہ زمان خود اذان کہتے۔

[۲] شجاع الملک کو یہ نصیحت بھی فرمائی کہ انگریز اور سکھوں کی مدد سے دوست محمد خاں کا مقابلہ نہ کریں ورنہ نتائج آپ کے خلاف ہوں گے۔

[۳] سلیم التواریخ صفحہ ۲۷۶ [۴] تذکرۃ الرشید صفحہ ۴۱

نے انگریز افسروں کو قتل کر کے دہلی کا رخ کیا اور بہادر شاہ ظفر کی آزاد حکومت کا اعلان کر کے تمام ملک میں دعوت نامے جاری کیے کہ لوگ فوج در فوج مرکز کو مضبوط کرنے کے لیے دہلی حاضر ہوں۔

یکم شوال ۱۲۷۳ھ مطابق ۲۵ مئی ۱۸۵۷ء عید الفطر کے اجتماع میں مولانا عبد القادر لدھیانوی نے لوگوں کو دہلی کے لیے مسلح تیاری کا حکم دیا۔ ہوشیارپور، جالندھر اور دیگر اضلاع کو دعوت نامے ارسال کیے۔ ماہ جون میں اپنی پہلی فوج اور تمام اہل وعیال کے ساتھ دہلی کا سفر شروع کیا۔ راستہ کی مزاحمتوں کا دفاع کرتے ہوئے اور متعدد انگریز اور سکھ دستوں کو شکست دیتے ہوئے دہلی پہنچے۔

دہلی کے مذہبی حلقے جہاد کے معاملہ میں منتشر تھے۔ اس لیے اپنے فرزند اکبر مولانا سیف الرحمٰن کی معیت میں فرضیت جہاد پر ایک فتویٰ مرتب کر کے انقلابی سپاہیوں کو پیش کیا۔ انھوں نے علماء و مشائخ کی تصدیقات حاصل کرنے کے بعد اخبارات میں شائع کیا۔

لدھیانہ سے روانگی کے بعد وہاں کے ڈپٹی کمشنر نے مولانا کے خاندان کے تمام مکانات ضبط اور نیلام کیے اور شہریوں کو غیر مسلح کر کے تمام اسلحہ قلعہ بند کر دیا تاکہ کوئی دوسرا قافلہ دہلی نہ جا سکے۔ مگر اس کی یہ تدبیر ناکام رہی۔ چند روز بعد مولانا کے دعوت ناموں کی بنا پر جمع ہونے والے وفود اور سپاہیوں نے قلعہ پر حملہ کر کے تمام اسلحہ اپنے قبضے میں لے لیا۔ اس طرح دوسرا قافلہ بھی پہلے کی طرح دہلی پہنچا۔

دہلی میں فتح پوری اور چاندنی چوک میں انگریز فوجوں سے زبردست ٹکر لی اور گھمسان کی جنگ لڑی گئی۔ دوران جنگ مولانا کی اہلیہ فوت ہو گئیں جنھیں فتح پوری مسجد کے صحن میں دفن کیا گیا

انگریز کی مدد کے لیے جب جدید تازہ دم فوج حاضر ہوئی۔ تو مولینا

سیف الرحمٰن کی قیادت میں تین علماء کا وفد افغانستان بھیجا گیا تاکہ اس معاملہ میں دوست محمد خاں (ف ۱۲۷۹ھ) کی حکومت سے مدد حاصل کرے۔ وفد کے دوسرے ارکان مولانا عبد القادر (ف ۱۸۶۳ء) کے بھانجے (مولانا محمد اسمٰعیل) اور حکیم محمد حسن قریشی لاہوری (ف ۱۹۷۴ء) کے والد قاضی فضل الدین مرحوم (ف ۱۳۲۸ھ / ۱۹۱۰ء) تھے تلمیذ مفتی صدر الدین آزردہ۔

نتیجہ کے انتظار اور تدابیر کو دوبارہ مجتمع کرنے کے لئے مولانا عبد القادر اپنے تین فرزندوں اور چند فدائیوں کے ساتھ پٹیالہ سے تقریباً بیس میل کے فاصلہ پر جنگلات کے ایک گاؤں (سترانہ) میں روپوش ہوگئے اور ۱۸۶۰ء میں وہیں فوت ہوئے۔

انگریزوں نے تلاشِ بسیار کے بعد مولانا کے تینوں فرزندوں (مولانا محمد، مولانا عبد اللہ اور مولانا عبد العزیز) کو گرفتار کر کے لدھیانہ شہر میں ان پر مقدمہ قائم کیا۔ پہلی پیشی پر فرنگی عدالت کے ارد گرد اس قدر لوگ جمع ہوئے کہ ضلع بھر کی فوج اور پولیس ان سے مرعوب ہوگئی۔ دوسری پیشی پر اس سے بھی زیادہ مجمع ہوا۔ تیسری پیشی کے دن علی الصبح مولانا عبد اللہ نے پولیس کے لوگوں کو کہا کہ آج پیشی نہیں ہوگی اس لئے کہ فرنگی جج پاگل ہوچکا ہے چنانچہ ایسا ہی ثابت ہوا۔ جج کے پاگل ہونے اور عوامی دباؤ کا کچھ ایسا رعب پڑا کہ آپ حضرات کے خلاف کسی کو شہادت دینے کی جرأت نہ ہوسکی فتویٰ فرضیت جہاد پر ان تینوں کے دستخط بھی نہیں تھے لہذا سب کو بری کر دیا گیا۔ وان یردک بخیرٍ فلا راد لفضلہٖ۔

افغانستان کو جانے والا وفد وہاں اس وقت پہنچا جب کہ انگریز ہندوستان میں اپنی پوزیشن مضبوط کر چکا تھا اور مناسب وقت ہاتھ سے نکل چکا تھا لہذا وفد کے دو ارکان واپس آگئے اور مولانا سیف الرحمان افغانستان کے آزاد مجاہدین میں شامل ہوگئے۔

سودا قمارِ عشق میں شیریں سے کوہ کن
بازی اگرچہ لے نہ سکا سر تو کھو سکا
کس منہ سے اپنے آپ کو کہتا ہے عشق باز
اے روسیاہ تجھ سے تو یہ بھی نہ ہو سکا

**ایک شبہ اور اس کا جواب:-** کہا جاتا ہے کہ فتویٰ فرضیتِ جہاد کے مرتب مولانا فضلِ حق خیرآبادیؒ (ف ۱۲۷۸ھ / ۱۸۶۱ء) تھے۔ ہمارے خیال میں یہ قول چند وجوہات کی بنا پر غلط ہے۔

۱۔ فرضیتِ جہاد کا فتویٰ دہلی کے اخبارات (صادق الاخبار اور ظفر الاخبار وغیرہ) میں مورخہ ۲۶۔ جولائی کو شائع ہوا تھا۔ ان دنوں مولانا فضلِ حق دہلی سے باہر الور میں مقیم تھے وہ ۱۵۔ اگست کے بعد دہلی پہنچے ہیں جبکہ یہ فتویٰ اشتہار ہو چکا تھا۔ تفصیل کے لئے ۱۸۵۷ء کا تاریخی روزنامچہ ملاحظہ کیا جائے۔

۲۔ کسی اخبار میں بھی فتویٰ پر ان کے دستخط نہیں ہیں۔

۳۔ مولانا فضلِ حق عربی کے علاوہ اردو ادب میں بھی بلند مقام پر فائز تھے۔ مرزا غالبؔ تک کی اصلاح کیا کرتے تھے مگر فتویٰ کی زبان خام ہے جو مولانا فضلِ حقؒ کے ساتھ جوڑ نہیں کھاتی۔

۴۔ مولانا فضلِ حقؒ اگرچہ اپنے دور کی اہم علمی شخصیت تھے تاہم ان کی دو کمزوریوں سے ہرگز انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اوّل یہ کہ وہ بڑے لوگوں کے قرب اور بڑے عہدوں کے شائق تھے۔ ان کے خاندان کے متعدد افراد کمپنی کی حکومت کے ممنون تھے۔ دوم یہ کہ وہ انتہائی نازک مزاج اور سہولت پسند واقع ہوئے تھے۔ لہٰذا ایسی شخصیت سے انگریز کمپنی کے خلاف جہاد کے فتویٰ کا صدور ناقابل فہم ہے۔

۵۔ راقم الحروف کے نانا (مولانا عبداللہ کپورتھلویؒ (ف ۱۳۵۶ھ / ۱۹۳۷ء) جو

مولانا عبدالحق خیرآبادیؒ (ف ۱۳۱۶ھ / ۱۸۹۹ء) کے تلمیذ خاص تھے۔ مولانا عبدالحق اور مولانا فضلِ حق کا انتہائی عقیدت سے ذکر کیا کرتے۔ جب ان سے پوچھا جاتا کہ مولانا فضلِ حق کس جرم میں انگریز کے اسیر بنے؟ تو فرماتے کہ وہ بہادر شاہ ظفر کے رازداں اور مشیر تھے مگر جب فتویٰ جہاد کا ذکر کرتے تو مولانا عبدالقادر لدھیانوی کی طرف منسوب کرتے تھے۔

۶۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ جہاد پر کوئی ایسا فتویٰ مولانا فضلِ حق نے مرتب کیا ہو جو اخبارات میں شائع نہ ہو سکا۔ والعلم عندالله۔

## جہاد کے متعلق اِستفتاء اور جواب:۔ جو دہلی کے اخبارات میں شائع ہوا درج ذیل ہے۔

**اِستفتاء:۔** کیا فرماتے ہیں علماء دین اس امر میں کہ اب جو انگریز دہلی پر چڑھ آئے۔ اہلِ اسلام کی جان و مال کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس صورت میں اب اس شہر والوں پر جہاد فرض ہے یا نہیں؟ اور اگر فرض ہے تو "فرضِ عین ہے یا نہیں" وہ لوگ جو اور شہروں اور بستیوں کے رہنے والے ہیں ان کو بھی جہاد میں شریک ہونا چاہیئے یا نہیں؟ بیان کرو اللہ تم کو اجر دے گا۔

**جواب:۔** درصورتِ مرقوم فرضِ عین ہے اوپر تمام اس شہر کے لوگوں کے اور استطاعت ضرور ہے اس کی فرضیت کے واسطے۔ چنانچہ اس شہر والوں کو طاقت مقابلے اور لڑائی کی ہے بسبب کثرتِ اجتماعِ افواج کے۔ اور مہیا اور موجود ہونے آلاتِ حرب کے تو فرضِ عین ہونے میں کیا شک رہا۔ اور اطراف و حوالی کے لوگوں پر جو دُور ہیں۔ باوجود خبر کے فرضِ کفایہ ہے۔ ہاں اگر اس شہر کے لوگ باہر ہو جائیں مقابلے سے یا سستی کریں اور مقابلہ نہ کریں۔ تو اس صورت میں ان پر بھی فرضِ عین ہو جائے گا اور اسی طرح اسی ترتیب سے سارے اہلِ زمین پر شرقاً اور غرباً فرضِ عین ہو جائے گا اور جو عدو اور بستیوں پر ہجوم اور غارت اور قتل کا ارادہ کریں تو اس

بستی والوں پر بھی فرض ہو جائے گا بشرط ان کی طاقت کے۔

## دستخط مفتیانِ کرام

۱۔ المجیب مصیب احقر العباد نور جمال عفی عنہ
۲۔ العبد محمد عبدالکریم
۳۔ فقیر سکندر علی
۴۔ سید محمد نذیر حسین
۵۔ رحمت اللہ
۶۔ مفتی محمد صدر الدین
۷۔ مفتی اکرام الدین عرف سید رحمت علی
۸۔ محمد ضیاء الدین
۹۔ عبدالقادر
۱۰۔ فقیر احمد سعید
۱۱۔ العبد محمد میر خاں
۱۲۔ محمد مصطفےٰ خاں ولد حیدر شاہ نقشبندی
۱۳۔ محمد کریم اللہ
۱۴۔ العبد مولوی عبدالغنی
۱۵۔ خادم العلماء محمد علی
۱۶۔ فرید الدین
۱۷۔ محمد سرفراز علی
۱۸۔ سید محبوب علی جعفری
۱۹۔ حامی الدین محمد الواحد
۲۰۔ العبد سید احمد علی
۲۱۔ الٰہی بخش
۲۲۔ محمد انصار علی
۲۳۔ مولوی سعد الدین
۲۴۔ مفتی عدالت العالیہ محمد رحمت علی خاں
۲۵۔ حیدر علی
۲۶۔ حفیظ اللہ خاں
۲۷۔ محمد نور الحق چشتی
۲۸۔ العبد سیف الرحمٰن
۲۹۔ سید عبدالحمید عفی اللہ عنہ
۳۰۔ محمد ہاشم
۳۱۔ سید محمد
۳۲۔ محمد امداد علی عفی عنہ
۳۳۔ قاضی القضاۃ محمد علی حسین

دو نام ناقابلِ فہم تھے لہٰذا حذف کر دیئے گئے۔

بغرضِ سہولت راقم نے نمبر شمار لگا دیا ہے۔ (اٹھارہ سو ستاون مرتبہ عتیق صدیقی)

عمل کے لحاظ سے ان مفتیانِ کرام کو تین طبقوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

**اوّل:** - وہ علماء کرام جنھوں نے اس فتویٰ کو مرتب کیا یہ ہیں۔

مولانا عبد القادر[9] اور مولانا سیف الرحمٰن[28] لدھیانوی۔ ان حضرات نے سالہا سال شاہ عبد العزیز رح کے فتویٰ دار الحرب کی تشریح اور تقاضے لوگوں کو سمجھائے تھے اس موضوع پر ہفتہ میں دو مرتبہ وعظ کرتے تھے۔ خدا کی راہ میں قربانی کا جذبہ پیدا کیا۔ معرکۂ بالاکوٹ سے محرومی کا احساس بھی رکھتے تھے اس کا کفارہ ادا کرنے کی فکر اور موقعہ کی تلاش میں رہتے تھے۔

لہٰذا جنگِ آزادی کا اعلان سنتے ہی اپنی فوج کے علاوہ بال بچوں سمیت اس میدان میں کود پڑے۔ دہلی کا رُخ کیا۔ راستہ میں اور دہلی میں سکھوں اور انگریزوں کے حامیوں سے مردانہ وار مقابلہ کیا اور انتہائی بے جگری سے لڑے۔ ان کے سینکڑوں ساتھی اپنی مطلوبہ شہادت پا گئے۔ پھر باقیماندہ افراد نے نہ تو ملک سے ہجرت کی اور نہ ہی انگریز کی حکومت تسلیم کی۔ بعض افراد نے افغانستان کے آزاد قبائل میں شامل ہو کر انگریز کے خلاف ایک طویل عرصہ تک جہاد جاری رکھا۔

**دوم:** - وہ علماء کرام جنھوں نے اس فتویٰ کو درست اور صحیح سمجھتے ہوئے دستخط کئے، جہاد کیا اور اس کے نتائج بھی بھگتے۔ یہ چھ حضرات ہیں

۱۔ مولانا رحمت اللہ[5] کیرانوی رح (ف ۱۳۰۸ھ / ۱۸۹۱ء)

۲۔ مفتی محمد صدر الدین[6] خاں آزردہ (ف ۱۲۸۵ھ / ۱۸۶۸ء)

۳۔ شاہ احمد سعید[1] مجددی رح (ف ۱۲۷۷ھ / ۱۸۶۰ء)

۴۔ شاہ عبد الغنی[14] مجددی رح (ف ۱۲۹۶ھ / ۱۸۷۹ء) خلیفہ شاہ محمد اسحٰق رح

۵۔ مولوی فرید الدین[16] شہید رح (ف ۱۲۷۴ھ / ۱۸۵۷ء)

۶۔ مولوی محمد سرفراز[11] علی مجاہد

ان چھ حضرات میں سے مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ، شاہ احمد سعید مجددیؒ اور ان کے برادرِ خورد شاہ عبدالغنی مجددیؒ بمع اہل و عیال حجاز کو ہجرت کر گئے۔ ان کے تلامذہ میں سے حاجی امداد اللہ تھانویؒ (ف ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء) مولانا محمد قاسم نانوتویؒ (ف ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء) اور مولانا رشید احمد گنگوہیؒ (ف ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء) نے بھی اپنے قرب و جوار میں جہاد کیا مگر کوئی فوج لے کر دہلی نہ پہنچ سکے۔ پھر حاجی امداد اللہ نے ہجرت کر دی اور مفتی صدر الدین خاں نے انگریزی حکومت تسلیم کر لی۔

سوم:۔ وہ علماء جنھوں نے اس فتویٰ جہاد پر دستخط کیے پھر گوشہ نشین ہو گئے یا انگریز کی حمایت کی۔ یہ علماء تین ہیں۔ (اہلِ حدیث)

۱۔ شیخ الکل شمس العلماء میاں سید محمد نذیر حسینؒ (ف ۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء)

۲۔ شمس العلماء مولوی محمد ضیاء الدین (ف ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء)

۳۔ مولوی حفیظ اللہ خاں (ف ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء)

فہرست مذکورہ کے باقی ۲۲ علماء مستور الحال ہیں۔ شیعہ ابتدا ہی سے الگ ہو گئے تھے کہ غیبتِ امام میں جہاد حرام ہے۔

## مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ اور ان کے ہم عصر علماء

مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ کے فضائل و اخلاق کے تحت تذکرۃ الرشید کے حوالہ سے گذر چکا کہ ڈپٹی کمشنر لدھیانہ نے مولانا کو بار بار کہا کہ اگر آپ شرعی مقدمات سرکاری ملازمت اختیار کر کے فیصلہ کیا کریں تو میں آپ کے نام منظوری منگوا سکتا ہوں۔ مولانا نے ہر دفعہ یہی جواب دیا کہ مسائلِ دین کے بیان کرنے میں مجھے تنخواہ لینے کی ضرورت نہیں۔

قوموں کی تقدیر وہ مردِ درویش
جس نے نہ ڈھونڈی سلطان کی درگاہ

اب ان کے ہم عصر علماء کو بھی دیکھئے۔ پروفیسر محمد ایوب قادری تحریر فرماتے ہیں

حکومتِ برطانیہ کی دُور اندیشی اور پالیسی ملاحظہ ہو کہ اس نے مسلمانوں کے ذہین اور صاحبِ علم و فضل طبقے کو سرکاری خدمات کے لئے حاصل کر لیا۔

## دہلی میں

۱۔ دبیر الدولہ نواب فرید الدین (ف ۱۲۴۴ھ / ۱۸۲۸ء)
۲۔ منشی زین العابدین (ف ۱۲۷۳ھ / ۱۸۵۶ء)
۳۔ مفتی صدر الدین آزردہ (ف ۱۲۸۵ھ / ۱۸۶۸ء)
۴۔ مولوی فضل امام خیر آبادی (ف ۱۲۴۴ھ / ۱۸۲۹ء)
۵۔ مولوی محمد صالح خیر آبادی (ف سنہ ھ / ء) (برادر فضل امام خیر آبادی)
۶۔ منشی فضل عظیم خیر آبادی (فرزندِ اکبر فضل امام خیر آبادی)
۷۔ مولوی فضل حق خیر آبادی (ف ۱۲۷۸ھ / ۱۸۶۱ء)

## بدایوں میں

۸۔ مولوی فضل رسول (ف ۱۲۸۹ھ / ۱۸۷۲ء)
۹۔ مولوی علی بخش صدر الصدور (ف ۱۳۰۳ھ / ۱۸۸۵ء)
۱۰۔ مفتی ابو الحسن عثمانی۔

## بریلی میں

۱۱۔ حافظ کاظم علی خاں (پردادا مولوی احمد رضا خاں بریلوی)

## مراد آباد میں

۱۲۔ مولوی عبد القادر حبیب رام پوری (ف ۱۲۶۵ھ / ۱۸۴۹ء)

## الٰہ آباد میں

۱۳۔ مفتی اسد اللہ (ف ۱۳۰۰ھ / ۱۸۸۲ء)

۱۴۔ قاضی عطا رسول چڑیا کوٹی

۱۵۔ منشی غلام غوث بے خبر (ف ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء)

## کلکتہ میں

۱۶۔ قاضی نجم الدین خاں کاکوروی (ف ۱۲۲۹ھ / ۱۸۱۳ء) اور ان کے فرزندگان

۱۷۔ قاضی سعید الدین (ف ۱۲۶۲ھ / ۱۸۴۶ء)

۱۸۔ مولوی حکیم الدین (ف ۱۲۶۹ھ / ۱۸۵۴ء)

۱۹۔ قاضی علیم الدین (ف ۱۲۵۷ھ / ۱۸۴۱ء)

## مدراس میں

۲۰۔ قاضی ارتضا علی گوپاموی (ف ۱۲۷۰ھ / ۱۸۵۲ء)

## ناسک (بمبئی) میں

۲۱۔ خان بہادر مولوی عبد الفتاح مفتی۔ وغیرہم

یہ سب ہند و پاکستان کے وہ اعاظم و افاضل ہیں جنھوں نے منصب افتاء، قضاء اور صدر الصدوری کے ذریعہ سرکار کمپنی کے انتظام و اقتدار کو بحال اور مضبوط تر کیا۔ ملاحظہ ہو حواشی محمد ایوب قادری بر تواریخ عجیب صفحہ ۲۳ تا ۲۵ ایضاً مقدمہ محمد ایوب قادری بر کتاب آئین کی تدوین اور جمہوریت کا مسئلہ صفحہ ۱۰۔

اس خودی اور بے خودی دونوں کو دیکھیے اور فیصلہ کیجیے۔

یہ پیغام دے گئی ہے مجھے بادِ صبح گاہی!
کہ خودی کے عارفوں کا ہے مقام پادشاہی
تیری زندگی اسی سے تیری آبرو اسی سے
جو رہی خودی تو شاہی نہ رہی تو روسیاہی

○

# باب ہشتم

## مولانا عبدالقادرؒ کے ابناء و اولاد

○

—

**تحریکِ آزادی کی ناکامی اور فتنوں کا آغاز:۔** پاک و ہند میں تحریکِ آزادی ۱۸۵۷ء کی ناکامی اور انگریز کے کامیاب ہونے پر مسلمانوں میں جن فتنوں کا آغاز ہوا ان میں سے چند یہ ہیں۔

۱:۔ **ہجرت:۔** بہت سی دینی اور مرکزی شخصیتیں یہاں سے ہجرت کر گئیں۔ ملک میں عظیم خلا پیدا ہوا۔ گمراہی کو بسہولت پھیلنے اور پھولنے کا وسیع موقعہ ملا۔ ان حضرات کو رخصت پر نہیں بلکہ عزیمت پر عمل کرنا چاہیئے تھا۔

۲:۔ **ارتداد:۔** ملک میں عیسائی مبلغین، مناظرین اور مشنری ادارے بکثرت پھیلا دیئے گئے۔ مسلمانوں کو عیسائی بنایا گیا۔

۳:۔ **احساسِ کمتری:۔** نوجوان نسل کے سامنے یورپین تہذیب کو خوبصورت اور اسلام کو بدصورت پیش کیا تاکہ یہ عیسائی نہ بنیں تو مسلمان بھی نہ رہ سکیں۔ اس کے مقابلہ میں سرسید احمد خاں نے معذرت خواہی کا رویہ اختیار کیا۔

۴:۔ **مجاھدین پر جرح اور انگریز کی تائید۔** اس موضوع پر بے شمار کتابیں لکھوائی گئیں اور اہلِ علم کو استعمال کیا گیا۔

۵:۔ **انگریز کی ملازمت و عہدے:۔** القاب و خطابات قبول کیے گئے اور ان کو باعثِ فخر سمجھا گیا۔

۶:۔ **عقیدۂ توحید کو مبہم اور مشکوک بنایا گیا:۔** بعض اہلِ علم کے ذریعہ خدائی صفات دو قسم کر دی گئیں ایک قسم ذاتی دوسرا عطائی۔ عوام کو سمجھایا گیا کہ اللہ تعالیٰ فقط پہلے قسم میں واحد لاشریک ہے۔ دوسرے قسم میں ہزاروں ہستیاں اس کی کامل شریک ہیں۔ اس طرح امتِ مسلمہ کو ایک خدا سے ہٹا کر ہزاروں خداؤں کا بندہ بنایا گیا۔

۷:۔ **عقیدۂ ختمِ نبوّت کو مبہم و مشکوک بنایا گیا:۔** نبوت دو قسم کر دی گئی۔ ایک قسم بروزی (مستقل) اور دوسرا قسم ظلی (غیر مستقل)

عوام کو سمجھایا گیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقط پہلے قسم کے خاتم ہیں، دوسرے قسم کے ہزاروں انبیاء پیدا ہو سکتے ہیں۔

۸۔ عقیدہ فرضیتِ جہاد کو مبہم اور مشکوک بنایا گیا۔ عوام کو سمجھایا گیا کہ فرض تو صرف تبلیغی جہاد ہے۔ اور جہاد بالسیف (جنگ) ہمیشہ کے لئے منسوخ ہے۔

۹۔ بدعت کو جواز عطا کیا گیا:۔ بدعت دو قسم کر دی گئی۔ (حسنہ اور سیئہ) اور کہا گیا کہ جو بدعت عوام کو پسند ہو وہ بدعتِ حسنہ اور جائز ہے اور جسے عوام ناپسند کریں وہ بدعتِ سیئہ اور ناجائز ہے۔

۱۰۔ دینی مراکز کو عقائد کی موشگافیوں اور فروعی مسائل میں الجھا دیا گیا۔ وغیرہا ظلمات بعضہا فوق بعض۔

**مولانا عبدالقادر کے بیٹوں کا مؤقف:۔** مولانا عبدالقادر کو اللہ تعالے نے علم و فضل، زہد و تقویٰ میں انہی کی مثل چار فرزند عطا فرمائے تھے (مولانا سیف الرحمن، مولانا محمد، مولانا عبداللہ اور مولانا عبدالعزیز) ان سب نے اپنے والد ہی سے تعلیم و تربیت حاصل کی۔ جہادِ آزادی میں بھرپور حصہ لیا۔ اس کے نتائج بھگتے۔ مگر اس وقت اللہ تعالیٰ کو ہندوستان کی آزادی منظور نہ تھی۔ مولانا سیف الرحمان افغانستان کے آزاد مجاہدین میں شامل ہو گئے اور بقیہ تینوں برادران مسلمانوں کی رہنمائی اور تحفظ کی خاطر یہاں دار الکفر ہی میں مقیم ہوئے۔

سردار دوست محمد خاں امیر افغانستان اگرچہ تحریکِ آزادی میں مدد نہ دے سکا مگر وہ ان سب برادران کو اپنے ملک میں مخدوم کی حیثیت سے رہنے کی دعوت دیتا رہا اور پیغام بھیجتا رہا تاہم ان حضرات نے ملک ہندوستان سے ہجرت نہ کی۔

ان کا ایک عذر تو وہی تھا جو مولانا عبدالقادر نے دوست محمد کو پیش کیا تھا۔ اور اس سے بڑا عذر یہ تھا کہ جس علاقہ کی انھوں نے سالہا سال آبیاری کی تھی

اس کے عوام کی امیدیں ان سے وابستہ ہو چکی تھیں۔ اب وہ ان کی رہنمائی اور خدمات کے پہلے سے زیادہ محتاج تھے۔ ان حالات میں انھیں بھٹکنے کے لئے چھوڑ جانا اور نئے نئے فتنوں کے حوالہ کر جانا ہرگز مناسب نہ تھا۔ لہذا اسی ملک میں رہنے بسنے کا فیصلہ کیا۔ توکل، اخلاق اور تقویٰ کو اپنے تحفظ کا ذریعہ بنایا۔

یہ حضرات اس ملک کے امن پسند اور صلح جو شہری ضرور تھے مگر حکومت برطانیہ کی صحت اور جواز کے ہرگز قائل نہ تھے۔ تاحیات برطانوی حکومت کو تسلیم نہیں کیا۔ اس کا کوئی عہدہ یا ملازمت قبول نہیں کی۔ اس کی عدالتوں میں بحیثیت مدعی و مستغیث کبھی نہیں گئے۔ کسی ضرورت کے لئے کوئی درخواست نہیں دی۔

ہمیشہ انگریز کو غلط کار، ظالم، غاصب اور اس کی ملازمت کو کفر کی اعانت۔ اس کی عدالتوں میں بحیثیت مدعی و مستغیث حاضر ہونے کو تحاکم الی الطاغوت اور اس کے دیئے ہوئے خطابات و القاب قبول کرنے کو رذالت و خساست کہتے رہے۔

زندگی بھر نئے نئے فتنوں کا مقابلہ کیا۔ عیسائیوں کے اعتراضات اور سرسید کے اعتذارات کا رد کیا۔ شرک اور بدعت کے فلسفہ پر ضرب لگائی۔ جہاد اور مجاہدین کا دفاع کیا۔ مرزا قادیانی پر کفر کا فتویٰ جاری کیا۔

امت مسلمہ کو فروعی مسائل میں الجھا کر انگریز کی مدد کرنے والوں کا منھ بند کیا۔ اتحاد و اتفاق کی تربیت دی۔

ہمیشہ جفاکشی، ہمت، صبر اور خودداری کی زندگی بسر کی۔ آئندہ نسل کو بھی یہی وصیت کرتے ہوئے فریضۂ حیات ادا کر گئے۔

آسماں ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

آمین یارب العالمین

**مولانا سیف الرحمٰن لدھیانوی:-** سہ رکنی[1] وفد کے قائد کی حیثیت سے افغانستان گئے تا کہ سردار دوست محمد خاں (ف ۱۲۷۹ھ / ۱۸۶۳ء) کی حکومت سے جہادِ آزادیٔ ہند میں مدد حاصل کریں۔ پھر یاغستان کے مجاہدین میں شامل ہوئے لدھیانہ میں ان کے خلف الرشید مولانا محمد آفاق تھے۔ صوفی اکبر علی ان کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔

"مولوی محمد آفاق موضع ڈھولیوالا میں تشریف رکھتے علم حدیث طب اور ادب عربی و فارسی کے ماہر تھے۔ لوگوں کو حدیث کا درس دیتے، اور غریبوں کا مفت علاج کرتے تھے[2]"

مولانا محمد آفاق کے فرزند ڈاکٹر محمد اصغر قیام پاکستان کے بعد علاقہ ساہیوال میں مقیم ہوئے۔

**مولانا محمد لدھیانوی ب ۱۲۴۵ھ / ۱۸۳۰ء تا ۱۳۱۹ھ / ۱۹۰۱ء:-** آپ کے تلامذہ میں سے درج ذیل حضرات مشہور و معروف ہیں۔

۱:- مولانا عبد الرحیم رائے پوری (ف ۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۹ء) سابق سرپرست مظاہر العلوم سہارن پور۔

۲:- مولانا احمد حسن کانپوری (ف ۱۳۲۲ھ / ۱۹۰۴ء) محشی حمد اللہ شرح سلم العلوم سابق صدر مدرس مدرسہ فیض عام کانپور و بانی مدرسہ الٰہیات کانپور۔

۳:- مولانا عبید اللہ سندھی (ف ۱۳۶۳ھ / ۱۹۴۴ء) شارح حکمتِ ولی اللہی۔ آپ نے

---

[1] وفد کے دوسرے ارکان مولانا عبد القادر کے بھانجے مولانا محمد اسمٰعیل اور حکیم محمد حسن قرشی لاہوری (ف ۱۹۷۴ء) کے والد محترم قاضی فضل الدین مرحوم (ف ۱۳۲۸ھ / ۱۹۱۰ء) تھے

[2] سلیم التواریخ صفحہ ۱۹۶

مولانا احمد حسن کانپوری سے معقولات کی چند کتب پڑھیں ۔ پھر براہِ راست مولانا محمد سے بھی مستفیذ ہوئے ۔

## تصانیف

### ۱:۔ حواشی علی موطا امام محمد :۔

اس کا ایک نسخہ دار الآثار شاہ ولی اللہ کالج منصورہ (ڈیپر) نزد ہالا ضلع حیدر آباد میں موجود ہے ۔ لائبریری کا قدیم نمبر ۴۸۱۲ تھا ۔ جو کہ ۴۸۰۰۲ یا ۴۸۰۱۳ بھی پڑھا جا سکتا ہے ۔ ۱۹۷۵ء کا جدید نمبر ۱۴۰ ہے ۔ تعداد صفحات ۲۷۰
پہلے صفحہ پر تحریر ہے ۔ علی حسب الاشارۃ من المولوی عبد اللہ بن مولانا مولوی عبد القادر مرحوم لودیانوی ۔ فی المطبع الرحیمی لمنشی عصمت اللہ مطبوع ۔
صفحہ ۲۷۰ پر سنہ طباعت ۱۲۹۲ھ تحریر ہے ۔ پھر ۸ صفحات کی فہرست منسلک ہے ۔ خاتمہ کی عبارت یہ ہے ۔
بتصحیح و تحشی مولانا مولوی محمد خلف الصدق جناب غفران مآب زبدۃ العلماء خلف مولانا مولوی عبد القادر مرحوم ۔ قال اجازنا اخبرنا بعلم الحدیث شیخی الکامل عبد اللہ خراخوی اخبرنا عبد القادر بن ولی اللہ عن والدہ ۔
اس عبارت میں لفظ خراخوی دو خا کے ساتھ تحریر ہے ۔ راقم الحروف نے مفتی محمد نعیم لدھیانوی (ف ۱۳۹۰ھ / ۱۹۷۰ء) ولد مولانا عبد اللہ لدھیانوی سے اس کا مطلب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ کاتب کی غلطی ہے ۔ صحیح لفظ جیراجوی (دو جیم کے ساتھ) ہے ۔ اس لئے کہ مولانا عبد القادر نے مولانا عبد اللہ سے جیراجپور میں تعلیم پائی تھی ۔

### ۲:۔ حواشی علی شرح معانی الآثار للطحاوی :۔

اس کا ایک قلمی نسخہ موضع پیر جھنڈا سندھ میں موجود تھا۔
مکتوب مفتی عبدالحمید لدھیانوی از ٹوبہ ٹیک سنگھ بحوالہ مولوی محمد صدیق بہاولپوری مورخہ ۵/۷/۸۴۔

۳۔ تقدیس الرحمٰن عن الکذب والنقصان :-

یہ رسالہ علم کلام اور فلسفہ کے دقیق ابحاث پر مشتمل ہے۔ اس وقت کے علماء کرام میں قدرت باری تعالیٰ کے موضوع پر ایک بحث چھڑی ہوئی تھی جو امکانِ کذب اور امتناعِ کذب کے نام سے معروف ہے۔ دونوں طرف سے اس موضوع پر متعدد رسائل قلم بند ہوئے۔
مولانا محمد لدھیانوی نے مذکورۃ الصدر رسالہ میں فریقین کے درمیان محاکمہ لکھا اور اعتزال کی راہ دکھائی۔ قبل پاکستان راقم کے پاس مطبوعہ نسخہ موجود تھا۔

۴۔ انتصار الاسلام :-

۱۸۵۷ء میں علماء اہلِ حدیث نے فتویٰ فرضیتِ جہاد پر دستخط کئے مگر عملاً ساتھ نہ دیا۔ پھر مولوی محمد حسین بٹالوی اہلِ حدیث (ف ۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء) نے الاقتصاد نام سے ایک رسالہ نسخِ جہاد پر لکھا۔ انگریزی حکومت سے انعام پایا اور امتِ مسلمہ کو اختلافات میں الجھا دیا۔
اس لئے علماء لدھیانہ اہلِ حدیث سے ناراض رہے۔ مذکورۃ الصدر رسالہ میں مولوی محمد حسین بٹالوی کے پیدا کردہ مسائل کا رد کیا گیا ہے۔

۵۔ فتویٰ در رد مرزا قادیانی

انگریز کے خود کاشت پودا مرزا غلام احمد قادیانی (ف ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء)

نے نبوت کو بروزی اور ظلّی میں تقسیم کیا اور اپنے لئے ظلّی نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔ علماءِ ہند ساکت وحیران تھے۔

مولانا محمد لدھیانوی نے مذکورۃ الصدر رسالہ میں تمام علماء سے قبل مرزا کے ارتداد اور کفر پر فتویٰ جاری کیا اور علماءِ وقت کو مسئلہ ختم نبوت کی اہمیت اور نزاکت سے آگاہ کیا۔

نہ جب تک کٹ مروں میں خواجۂ یثرب کی حرمت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

منشی عبدالرحمٰن لدھیانوی تحریر فرماتے ہیں:۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے حق میں اول ان (لدھیانوی) مولوی صاحبان نے تکفیر کا فتویٰ جاری کیا تھا۔ اس وقت سب عالِم، عالَم سکوت اور توقف میں تھے اور بعض مولوی صاحبان مخالف بھی ہو گئے تھے۔ آخر کچھ عرصے کے بعد علماء محققین اس کی تکفیر پر متفق ہو گئے۔ ؎۱

آغا شورش کاشمیری (ف ۱۳۹۵ھ / ۱۹۷۵ء) تحریر فرماتے ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی پر کفر کا فتویٰ ۱۳۰۷ھ / ۱۸۹۰ء میں جاری کیا گیا۔ سب سے پہلا فتویٰ لدھیانہ کے علماء نے جاری کیا۔ جن میں مولانا عبداللہ اور مولانا عبدالعزیز رحمہم اللہ تعالیٰ پیش پیش تھے۔ ان کی تائید میں مولوی سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی نے فتویٰ صادر کیا۔ پھر دہلی، آگرہ، حیدرآباد اور بنگال کے علماء نے فتاویٰ جاری کئے۔ ؎۲

راقم کہتا ہے کہ یہ فتویٰ مولانا محمد لدھیانوی نے مرتب کیا تھا اور ان کے برادران (مولانا عبداللہ و مولانا عبدالعزیز) ان کے مشیر تھے اور نشر و اشاعت میں پیش پیش تھے۔

---

؎۱ تذکرۃ الرشید صفحہ ۵ ؎۲ سوانح سید عطاء اللہ شاہ بخاری صفحہ ۱۲۴ سنہ ۱۹۷۳ء

## مولانا محمد لدھیانوی کی اولاد

ایک لڑکے اور دو لڑکیوں سے آگے چلی اور بڑھی ہے۔ نقشہ درج ذیل ہے۔

| مولانا زکریا<br>عالم و حافظ | بی بی زہرا زوجہ<br>مولانا محمد بن مولانا محمد اسمٰعیل | بی بی فاطمہ زوجہ<br>مولانا علیم اللہ جالندھری |
| --- | --- | --- |

مولانا زکریا کی اولاد:

| مولانا حبیب الرحمٰن<br>رئیس الاحرار | مولانا محمد یحییٰ<br>مہتمم مدرسہ فیصل آباد | مولانا محمد حسن<br>خطیب ضلع رحیم یار خاں |
| --- | --- | --- |

مولانا علیم اللہ جالندھری کی اولاد:

| مولانا عبداللہ | مولانا حفیظ اللہ |
| --- | --- |
| مسٹر حمزہ | مولوی انوار |
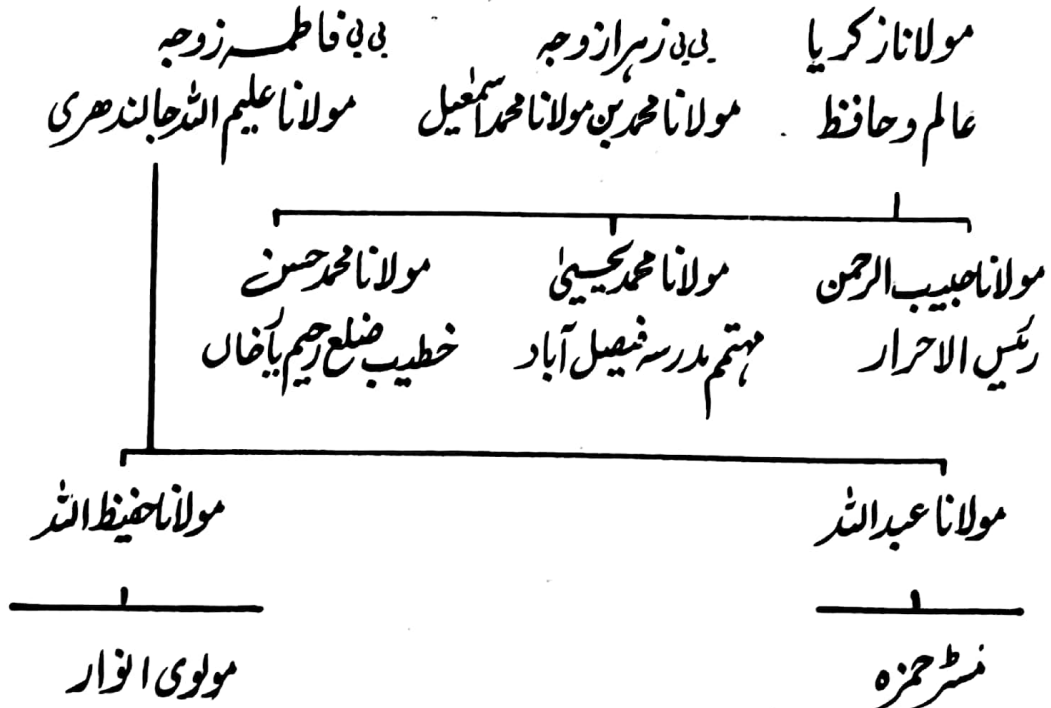
آغا شورش کاشمیری تحریر فرماتے ہیں۔

"مجلسِ احرار حقیقتاً چند استعمار دشمن اور ہم خیال دوستوں کا مجموعہ تھی۔ اس کا دماغ افضلِ حق، اس کی زبان عطار اللہ شاہ بخاری، اس کا دل حبیب الرحمان لدھیانوی اور اس کی آنکھ مظہر علی اظہر تھے۔" [1]

ایک دوسرے موقعہ پر لکھتے ہیں کہ عطار اللہ شاہ بخاری (ف ۱۳۸۱ھ ۱۹۶۱ء) مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی (ف ۱۳۷۶ھ ۱۹۵۶ء) کے متعلق اکثر کہا کرتے تھے "میں نِکھے شاہ ہوں اور حبیب الرحمٰن عنایت ارائیں" [2]

---

[1] مطبوعہ ۱۹۷۳ء سوانح سید عطار اللہ شاہ بخاری صفحہ ۲۷۲ [2] ایضاً صفحہ ۵۸

یعنی جس طرح مشہور پنجابی شاعر صوفی بلھے شاہ قصوری (ف ۱۱۷۱ھ/۱۷۵۷ء) اپنے مرشد شاہ عنایت ارائیں لاہوری (ف ۱۱۴۱ھ/۱۷۲۸ء) کے مخلص مرید اور مداح تھے۔ اسی طرح میں بھی مولانا حبیب الرحمٰن کے لئے ہوں۔

مولانا حبیب الرحمٰن کے سوانح حیات ان کے فرزند عزیز الرحمٰن جامعی نے لکھے جو قاری محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند کے مقدمہ کے ساتھ ۱۹۶۱ء میں دہلی سے بعنوان رئیس الاحرار شائع ہوئے۔

مولانا محمد لدھیانوی کی بیٹی (فاطمہ) کی اولاد میں مسٹر حمزہ مقیم گوجرہ پیدا ہوئے۔ پاکستان جمہوری پارٹی کے معروف رہنما۔

## مولانا عبداللہ لدھیانوی رح ۱۲۵۰ھ/۱۸۳۴ء تا ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۴ء :-

تمام علمی و دینی خدمات میں مولانا محمد کے دست راست اور معاون تھے۔ حواشی موطا امام محمد انہی کے اہتمام و سعی سے طبع ہوئے۔ قادر الکلام متکلم و مناظر بھی تھے۔

آپ کا سلسلہ فروع تین لڑکوں اور ایک لڑکی سے آگے چلا اور بڑھا ہے۔ نقشہ اگلے صفحہ پر دیکھئے۔

○

# اولاد مولانا عبد اللہ رح بن مولانا عبد القادر رح

مولوی حافظ محمد یحییٰ
ف ۱۳۲۱ھ
۱۹۰۳ء

- مولوی محمد زکریا مقیم کمالیہ
  - ۱۔ مفتی محمود الحسن رح فیصل آباد
  - ۳۔ مفتی عبد العزیز ایم اے علیگ مقیم شہداد کوٹ سندھ
- مولوی محمد عبد اللہ مقیم ساہیوال
  - ۲۔ مفتی عبد القادر پنشنر راولپنڈی
  - ۴۔ محمد انور پاشا ڈپٹی کلکٹر راجن پور

مفتی محمد رمضان
۱۳۸۲ھ
۱۹۶۲ء

مفتی محمد نعیم
۱۳۹۰ھ
۱۹۷۰ء

- ۱۔ مفتی ضیاء الحسن
- ۲۔ مفتی ضیاء الحسین
- ۳۔ مفتی محمد طیب
- ۴۔ حافظ محمد طاہر
- ۵۔ حافظ محمد وارث وغیرہم

ساہیوال اور فیصل آباد میں مقیم ہیں۔ مفتی محمد نعیم مرحوم جمعیۃ علماء ہند صوبہ پنجاب کے صدر اور بہت سے دار العلوموں میں بحیثیت صدر المدرسین کام کرتے رہے آپ کے شاگردوں میں مولانا محمد منظور نعمانی مدیر "الفرقان" لکھنؤ (انڈیا) مشہور ہیں (ماہنامہ الفرقان لکھنؤ بابت جون ۱۹۷۰ء۔ وفیات نمبر)

بی بی ام کلثوم
زوجہ مولانا رکن الدین مرحوم

- مولوی عتیق الرحمٰن علاقہ شیخوپورہ
- مولوی عزیز الرحمٰن

## مولانا عبدالعزیز لدھیانویؒ ۱۲۵۴ھ/۱۸۳۸ء - ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء

صوفی اکبر علی تحریر فرماتے ہیں۔

مولوی عبدالعزیز صاحب معدن محاسن واخلاق تھے۔ اور آپ ان دیار میں علوم ظاہری وباطنی میں ازحد مشہور تھے۔ فی زمانہ اس مجلس کا پایا جانا نہایت ہی مشکل ہو رہا ہے۔ واعظین، عابدین، فقراء اور مدارس اسلامیہ کے جاری کرنے والے بہتیرے ملیں گے لیکن خدا کے خوف سے خالصتاً لوجہ اللہ کام کرنے والے، ان میں سے بعد آزمائش بہت کم نکلیں گے۔ آپ اپنی تمام عمر لوجہ اللہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر میں مشغول رہے۔ آپ کے مرید بے شمار تھے لیکن فراہمی روپیہ کی نیت سے دورہ کبھی نہیں کیا۔[1]

آپ نے لدھیانہ میں ایک مدرسہ اللہ والانام سے قائم کیا تھا جس سے سینکڑوں علماء وحفاظ فارغ التحصیل ہوئے۔ اسی مدرسہ میں مولانا یٰسین صاحب دیوبندیؒ (ف ۱۳۵۵ھ/۱۹۳۶ء) (والد مولانا محمد شفیعؒ مفتیٔ اعظم پاکستان ف ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء) ایک مدت تک کام کرتے رہے۔ اس کے بعد دیوبند میں مدرس ہوئے۔

مولانا عبدالعزیز نے بغرض تبلیغ پاک وہند کے وسیع دورے کئے مگر کسی مہمان نہ بنے۔ طریق کار یہ تھا کہ قافلہ کی شکل میں اجتماعی سفر کرتے۔ باربرداری کے جانوروں پر ضروری سامان ساتھ اٹھاتے۔ آبادیوں کے درمیان کسی موزوں جگہ پر خیمہ زن ہوتے۔ اپنے اور باربرداری کے جانوروں کی خوراک کا انتظام کرتے۔ لوگوں کو وعظ اور درسِ قرآن سننے کی دعوت دیتے تھے۔

وعظ کا ماخذ قرآن مجید تھا۔ منشی عبدالرحمٰنؒ تحریر فرماتے ہیں۔ کہ مواعظ کے سلسلہ میں ایک دفعہ تمام قرآن شریف آیت بآیت ختم کیا۔ دوسری بار شروع

---

[1] سلیم التواریخ صفحہ ۴۷۵

تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام اجل آپہنچا۔[۱]

اپنے برادر مولانا محمد کی وفات سے چودہ روز قبل ۲۲۔شعبان ۱۳۱۹ھ مطابق ۴۔دسمبر ۱۹۰۱ء فوت ہوئے کسی شاعر نے درج ذیل مرثیہ کہا۔

مولوی عبدالعزیز فخرِ دیں! — تھا منور شہر جن کے نام سے!

وعظ فرماتے تھے جمعہ کو مدام — فہم سے ادراک سے الہام سے

سب کلام اللہ اپنی عمر میں — خوب تشریح کر سنایا عام سے

عالم و جاہل سبھی چھوٹے بڑے — بہرہ ور تھے ان کے فیضِ عام سے

آج رحلت کر گئے دنیا سے آہ — جا ملے وہ شافیٔ اسقام سے

چھوڑ کر ہم کو وہ ہائے کر گئے — نیم بسمل ہجر کے صمصام سے

سچ تو یہ ہے عاجزا اب ہو گیا!
شہر خالی رونقِ اسلام سے[۲]

آپ کی اولاد دو لڑکوں اور آٹھ لڑکیوں سے آگے چلی اور بڑھی ہے۔
لڑکوں کا نقشہ آگے دیکھیے۔

---

[۱] تذکرۃ الرشید صفحہ ۶ [۲] سلیم التواریخ صفحہ ۷۷
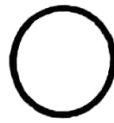
# ابناء مولانا عبدالعزیزؒ

مولانا مفتی محمد اسحٰقؒ — مولانا حافظ عبدالرشید

مولوی عبدالمجیدؒ۔ مفتی عبدالحمید۔ حافظ عبدالوحید۔ حافظ عبدالوارث
امۃ الغفور۔ حفصہ۔ بلقیس — در ٹوبہ ٹیک سنگھ وغیرہ

حافظ محمد جمیلؒ — بی بی ام ہانی زوجہ ڈاکٹر ولی محمد

مسٹر عبدالقیوم ایس۔پی — در لاہور

**مولانا مفتی محمد اسحاقؒ:-** بسطۃً فی العلم والجسم کی واضح مثال تھے۔
ایک دریائی سفر میں یہ واقعہ پیش آیا کہ اونٹ کشتی میں سوار نہ ہو رہا تھا تو مولانا محترم نے اس کے سینے تلے کندھا دے کر اٹھایا اور کشتی میں سوار کر دیا۔

ایک دوسرے موقعہ پر آپ اپنے چند شاگردوں کے ساتھ شہر سے باہر سیر و تفریح میں مشغول تھے وہاں ایک یورپین پولیس افسر بھی اپنے چند سپاہیوں کے ساتھ موجود تھا۔ مولانا کے ساتھ شاگردوں کا ادب و احترام دیکھ کر پولیس افسر نے سپاہیوں سے پوچھا یہ کون شخص ہے؟ سپاہیوں نے جواب دیا فلاں مولوی صاحب ہیں۔

تو پولیس افسر سپاہیوں سے کہتا ہے "یہ ملّاں لوگ عوام کی گردنوں پر سوار رہتے ہیں۔ لوگ انہی کو کندھوں پر اٹھائے پھرتے ہیں۔

مولانا محمد اسحاق نے یہ بات سُنی تو فوراً پولیس افسر کو پکڑ کر اپنے کندھوں پر بٹھالیا اور کہا لو ہم تمھیں اپنے کندھوں پر اٹھاتے ہیں اور شہر کی طرف چل دیئے۔
پولیس افسر نے ہاتھ پیر مارنا اور چلانا شروع کیا تو فرمایا۔ خاموش رہو، آرام سے بیٹھے رہو ورنہ نیچے پٹخ کر تمھاری ہڈی پسلیاں توڑ دوں گا۔ اسی حالت میں اس کو

اٹھائے ہوئے شہر کے وسط میں لاکر چھوڑ دیا اور فرمایا، خداتعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ تمھیں مفت کی سواری مل گئی۔

واضح ہو کہ لدھیانہ کا ماحول علمار کرام کا انتہائی عقیدت مند تھا۔ یہاں انگریز کو طویل مدت تک علمار کے خلاف تحمل اور حکمتِ عملی سے کام لینا پڑا۔

**مولانا حافظ عبدالرشید**:- نے اپنے والد کی نسبت سے لدھیانہ میں ایک دارالعلوم مدرسہ عزیزیہ کے نام سے قائم کیا۔ جس میں درسِ نظامی کا جامع نصاب اور سینکڑوں طلبار زیرِ تعلیم تھے۔ راقم الحروف بھی بچپن میں اسی مدرسہ کا متعلم تھا۔ حافظ عبدالرشید مرحوم سے فارسی کی چند ابتدائی کتب پڑھیں۔ موصوف کو انتہائی نیک اور فکرِ آخرت رکھنے والا انسان پایا۔ چند مرتبہ ان کو تنہائی میں درج ذیل اشعار پڑھتے سنا جواب تک یاد بلکہ حرزِ جان ہیں۔

جتنی نیکی ہو سکے کر لو میاں — تم کو دنیا میں ہے رہنا چند روز
راہِ مولیٰ کچھ غریبوں کو بھی دو — ہے یہ ثروت کا زمانہ چند روز
ظلم تم مت زیردستوں پر کرو — مل گیا گر تم کو رتبہ چند روز
کس لئے ایوان عالی شان بناؤ — تم کو جب رہنا ہے اس جا چند روز
بعد مرنے کے ہے سب کچھ اور کا — ہے ہمارا اور تمھارا چند روز

اے مسافر کوچ کا سامان کر
یہ سرائے ہے بسیرا چند روز

منشی عبدالرحمٰن لدھیانوی (ف سنہ ھ) نے حافظ عبدالرشید اور ان کے والد مولانا عبدالعزیز کے سوانح تذکرۃ الرشید نام سے لکھے جو سنہ ۱۳۴۵ھ ۱۹۲۷ء میں طبع ہوئے۔

**بنات مولانا عبدالعزیزؒ**:- آپ کی آٹھ لڑکیوں میں سے دو

بڑی لڑکیوں نے درسِ نظامی کی تکمیل کی۔ دورۂ حدیث پڑھا۔ فراغت پر مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ (ف ۱۲۹۵ھ ۱۸۷۸ء) نے امتحان لیا۔ اجازتِ حدیث اور سند الفراغ عطا فرمائی۔ بقیہ چھ بہنوں نے ضروریاتِ دین، حفظ قرأت و تجوید القرآن میں مہارت پیدا کی۔ ایک معیاری مدرسۃ البنات قائم کیا۔ عام عورتوں کے لئے ہفتہ وار درس قرآن و حدیث کے اجتماعات منعقد کئے جن میں شہر کے علاوہ دیہات کی عورتوں نے بھی شرکت کی۔ اس لئے یہ تمام خاندان اور ماحول کی امّہات و مربّیات قرار پائیں۔ ان کے شوہر بھی اپنے وقت کے ممتاز علمار دین تھے۔ مختصر تعارف درج ذیل ہے۔

۱۔ بی بی خدیجہؒ۔ زوجہ مولانا عبدالغنیؒ بن مولانا عبداللہ فقیہؒ بن میاں غلام نبیؒ

۲۔ بی بی صفیہؒ۔ زوجہ مولانا عبدالرزاقؒ بن مولانا محمد اسمٰعیلؒ بن میاں غلام نبیؒ

۳۔ بی بی مخدومۃ النسارؒ۔ زوجہ مولانا محمد عظیمؒ (راقم کے دادا۔ دادی)

۴۔ بی بی رقیہؒ۔ زوجہ مولانا عبداللہ کپور تھلویؒ (راقم کے نانا۔ نانی)

۵۔ بی بی زینبؒ۔ زوجہ مولانا عبداللہ للتوی لدھیانویؒ

۶۔ بی بی امۃ الرحیمؒ۔ زوجہ مولانا مفتی محمد رمضانؒ بن مولانا عبداللہ لدھیانویؒ

۷۔ بی بی شرافتؒ۔ زوجہ مولانا عبداللہؒ بن مولانا محمد اسمٰعیلؒ ولیاوی لدھیانویؒ

۸۔ بی بی شفاعتؒ۔ زوجہ مولانا حبیب الرحمٰن رئیس الاحرار۔

یہ سب قیامِ پاکستان سے قبل فوت ہوئیں مگر تمام خاندان تا امروز ان کی تربیت و ثمرات سے غذا حاصل کر رہا ہے۔ کانھن ثمانیۃ ابواب الجنّۃ

؎ خیال ان کا بھلایا نہ جائے گا دل سے
بہت نگاہ بچاؤ گے بے رخی کے لئے

○

# باب نہم

## مولانا عبدالقادرؒ کے بھائی بہن !

## میاں غلام نبیؒ اور حافظہ بی بیؒ

## الف :۔ میاں غلام نبیؒ کے تین بیٹے

مولانا حکیم کریم بخشؒ ۔ مولانا عبداللہ فقیہؒ ۔ مولانا محمد اسمٰعیلؒ

میاں صاحب اپنے ان تینوں بیٹوں سمیت جہادِ آزادی ۱۸۵۷ء میں شریک ہوئے۔ موضع چیکی نزد دولیانوالا میں قیام کی وجہ سے چکوی کہلائے۔

### ۱۔ مولانا حکیم کریم بخش کے بیٹے

مولانا حکیم محمد یٰسین کی اولاد

مولوی محمد عمر ۔ مولوی محمد اشفاق ۔ مولوی محمد جمیل ۔ مولوی محمد شریف

در ضلع شیخوپورہ ۔ پنجاب

### ۲۔ مولانا عبداللہ فقیہ کی اولاد

مولانا محمد سعید — مولانا عبدالغنی (لاولد) — مولانا عبدالرحیم

مولانا محمد سعید کی اولاد:

مولوی محمد امین ۔ مولوی عبدالحکیم ۔ مولوی عبدالعلیم ۔ مولوی محمد شفیع

در اضلاع ٹوبہ ٹیک سنگھ

مولانا عبدالرحیم کی اولاد:

مولوی عبدالحمید — در اضلاع چشتیاں

مولوی ابوبکر — در اضلاع چشتیاں

## ۳۔ مولانا محمد اسمٰعیل کی اولاد

مولانا عبدالرزاق — میاں محمد

مولانا مشتاق احمد خطیب الہند، قاری حافظ محمد شریف
دراضلاع چشتیاں

میاں شیر محمد، میاں عبدالرشید
دراضلاع شورکوٹ

## ب۔ حافظہ بی بیؒ زوجہ مولانا عبداللہؒ ہوشیارپوری کے دو بیٹے
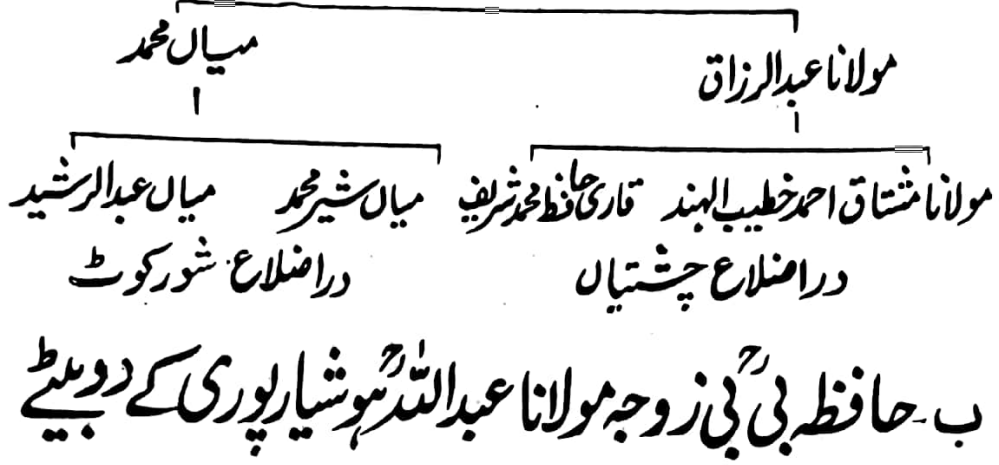
مولانا محمد اسمٰعیلؒ — مولانا عبدالواحدؒ

مولانا عبداللہ ہوشیارپوریؒ موضع چوراسی کوٹلہ، ضلع ہشیارپور کے باشندہ تھے۔ دلیانوالا میں تعلیم حاصل کی۔ حافظہ بنت حکیم عبدالوارث سے نکاح ہوا تو دلیانوالا میں مستقل مقیم ہو گئے۔ جہادِ آزادی میں شریک ہوئے۔ ان کے فرزندِ اکبر مولانا محمد اسمٰعیلؒ اس وفد کے رکن تھے جو تحریکِ آزادی میں بہ قیادتِ مولانا سیف الرحمٰن افغانستان کو بھیجا گیا۔

## ا۔ مولانا محمد اسمٰعیلؒ کی اولاد

مولانا محمد (ف ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء) — مولانا عبداللہؒ (ف ۱۲۹۵ھ / ۱۹۷۵ء)

داماد مولانا محمد لدھیانوی — بانی (دارالعلوم نعمانیہ گوجرانوالہ)

مولوی محمد الیاس مرحوم، سلمہٰ زوجہ مولانا حفیظ اللہ

مولوی عبدالواسع۔ مولوی محمد اسمٰعیل۔ مولوی محمد طاہر۔ مولوی محمد احمد وغیرہم
(کلہم فضلاءِ دارالعلوم دیوبند)
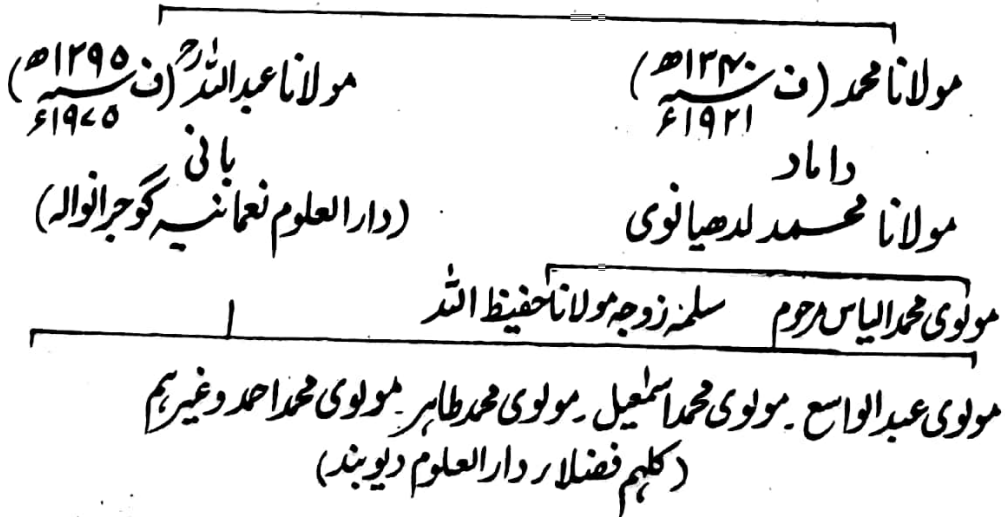
# ۲۔ مولانا عبدالواحدؒ کی اولاد

مولانا عبدالحق — مولانا محمد داؤد

مولوی عبدالحی

مولوی عبداللطیف ۔ مولوی عبدالغفور ۔ مولوی محمد ابراہیم
(در گوجرانوالا)

**ایک مکتوب:۔** مولانا عبداللہ فقیہؒ کے پوتے مولانا محمد شفیع بن مولانا محمد سعیدؒ (مقیم چک نمبر ۲۹۵ گ ب نزد ٹوبہ ٹیک سنگھ) نے راقم کے ایک عریضہ کا مفصل جواب ارسال کیا۔ جس کے چند اقتباسات درج ذیل ہیں۔

الف:۔ چکوی شاخ کا کوئی شخص گورنمنٹ ملازم نہیں ہے۔ البتہ بعض عالم دین اور بعض حافظِ قرآن مجید ہیں۔ فللہ الحمد

ب:۔ ہماری خاندانی جائداد علم و عمل بطور وراثت ابتدا اسلام سے برابر چلی آ رہی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک چلتی رہے گی جس کی یہاں اور وہاں ہر جگہ اشد ضرورت ہے۔

ج:۔ انبیاء علیہم السلام کی حقیقی وراثت یہی ہے۔ جس کو قائم رکھنے کا ہم سے عہد لیا گیا ہے اور بار بار ہدایت کی گئی۔

د:۔ پانچوں لڑکے دین کی خدمت کر رہے ہیں۔ اکثر حافظِ قرآن مجید ہیں۔ چند پوتے اور نواسے بھی حفظ کر رہے ہیں۔ خدا کے فضل سے تمام نوجوان باریش ہیں۔ ان میں کوئی بھی بے ریش نہیں۔ فللہ الحمد

ھ:۔ میری طبیعت اپنے خاندان کے حالات لکھنے سے رکتی ہے۔ اس لئے کہ اس خاندان کا پہلے کیا حال تھا اب بدل کر کیا سے کیا ہوگیا۔ میں نے اپنے جدّ امجد اور حضرت

مولانا محمد اور حضرت مولانا عبدالعزیز نوراللہ مرقدہم کا زمانہ حیات دیکھا ہے۔ ان کی شکل و صورت، ان کا علم و عمل، ان کا رعب اور وجاہت۔ سبحان اللہ۔

بڑے بڑے انگریز ادب سے سلام کیا کرتے تھے۔ آج ان کی اولاد خود انگریزوں کی گرویدہ ہے۔ مجھے کسی سے عداوت نہیں بلکہ صداقت ہے۔ شکایت نہیں حکایت ہے۔ اپنے نقائص پر افسوس ہے۔

و:۔ کسی وقت اس کنبہ کا یہ فیض تھا کہ دور دراز ممالک کے طلبار علوم شریعت کے اس چشمۂ جاریہ سے سیراب ہوکر جاتے تھے۔ آج ایسا دور آیا کہ اس شجر کی شاخیں خود مستسقی ہیں۔ تاسف نہ ہو تو کیوں نہ ہو؟ ہوالہادی

ز:۔ شاید کتابت میں کچھ غلطی ہو۔ بعض اوقات نظر کام نہیں کرتی۔ قلم کی حرکت ہاتھ اور نظر کی ماتحت ہے۔ اپنے والد کو السلام علیکم وہ میرے پرانے رفیق ہیں (مکتوب ۲۲۔ شوال ۱۳۸۷ھ / ۱۹۶۸ء)

★ بعض عزیزوں نے مطلع کیا ہے کہ مولانا حافظ حکیم عبدالوارث رحؒ کے ایک تیسرے فرزند میاں عبدالحمید بھی تھے۔ ان کی اولاد گوجرانوالہ اور کوئٹہ بلوچستان میں آباد ہے۔ مگر اس سے زیادہ کوئی تفصیل حاصل نہ ہوسکی۔ والعلم عنداللہ

★ مجاہدینِ لدھیانہ کی اکثریت لدھیانہ شہر، اس کے مضافات موضع ولیانوالہ، موضع چکی اور موضع مانگٹ وغیرہ میں آباد تھی۔ قیامِ پاکستان کے بعد چند خاندان حجازِ مقدس کو ہجرت کر گئے، کچھ دہلی میں جا بسے۔ اور اکثر پاکستان کے مختلف اضلاع میں آباد ہوئے۔

اڑائے کچھ ورق لالہ نے کچھ نرگس نے کچھ گل نے
چمن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستاں میری

# ثمرات الکتاب لضیافۃ الاحباب

قلم کا سفر ختم ہوا۔ اب گذشتہ منزلوں کا جائزہ لیجئے۔

## ماضی سے حال

**باب ہفتم میں مولانا عبدالقادر کو دیکھئے۔**

۱:۔ طالب علمی میں جے پور سے دہلی کا طویل سفر پیدل طے کیا۔ راستہ میں کسی سے روٹی طلب نہیں کی۔ پھل پھلارہ اور ساگ پات کھا کر سفر کاٹ دیا۔

۲:۔ بریلی کے قاضی (جج) نے آپ کو اپنے لڑکے کی تعلیم کے لئے معقول تنخواہ پر ملازم رکھنے کی پیش کش کی تو جواب دیا کہ تمہارے ہاں رشوت کا روپیہ آتا ہے۔ اگر ہم نے آپ کی نوکری اختیار کی تو حرام کی تاثیر ہمارے رگ و ریشہ میں ہو جائے گی۔ پھر ہم اپنی باقی عمر کس طرح گذاریں گے؟

۳:۔ میر محبوب علی نے ایک مقدمہ میں فتویٰ طلب کیا اور دو سو روپے (۲۰۰) بنام زکوٰۃ ارسال کئے تو آپ نے فرمایا:۔

"یہ روپیہ لینا مجھ کو حرام ہے کیونکہ یہ رشوت ہے زکوٰۃ نہیں"۔

۴:۔ نہنگ خان افغان نے آپ کے وعظ سے متاثر ہو کر کچھ زمین ہدیہ دینے کی پیش کش کی مگر آپ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

۵:۔ ڈپٹی کمشنر لدھیانہ نے بار بار پیش کش کی کہ اگر آپ شرعی مقدمات کے فیصلے سرکاری ملازمت اختیار کر کے کیا کریں تو میں آپ کے لئے منظوری منگوا سکتا ہوں۔ آپ نے ہر دفعہ یہی جواب دیا کہ مسائل دین کے بیان کرنے میں مجھے تنخواہ لینے کی ضرورت نہیں۔

۶:۔ امیر دوست محمد خاں (والیِ کابل) نے اپنے ساتھ افغانستان لے جانے کی درخواست کی تاکہ مدت العمر وہیں قیام کریں تو جواب میں فرمایا:۔

"آپ کے ساتھ جانے میں بے شک دنیا کا فائدہ ہے لیکن دین کا سراسر نقصان ہے کیونکہ آپ خلافِ شرع حکم کریں گے اگر میں نے روکا تو آپ مجھ پر آزردہ ہوں گے۔ اگر نہ روکا اور آپ کا لحاظ کیا تو میں گنہگار ہوں گا۔"

۷۔ ۱۸۵۷ء کے جہادِ آزادی میں دہلی پہنچنے کا اعلان تھا مگر کچھ لوگ اپنے اپنے علاقوں میں لڑتے رہے۔ چند افراد کی معیت میں کچھ دہلی پہنچے لیکن آپ نے اپنی عظیم افواج اور تمام اہل وعیال کے ساتھ علی الاعلان سفر شروع کیا۔ راستہ کی مزاحمتوں کو کاٹتے ہوئے دشمنوں سے لڑتے ہوئے، مارتے اور مرتے ہوئے مردانہ وار دہلی پہنچے۔ جہاد پر فتویٰ مرتب کر کے اہلِ علم کے دستخطوں سے شائع کرایا اور مجاہدین میں تنظیم پیدا کی۔

۸۔ انگریز کو تازہ دم کمک پہنچنے پر مجاہدین کی فتح شکست کی صورت میں تبدیل ہوتی ہوئی نظر آئی تو افغانستان کی طرف دوست محمد خاں سے مدد طلب کرنے کے لئے وفد بھیجا۔ اس کے جواب کے انتظار میں پٹیالہ کے جنگلات میں قیام کیا اور وہیں ۱۲۷۶ھ / ۱۸۶۰ء میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً۔

★ باب ہشتم میں مولانا عبدالقادر کے فرزندوں کو دیکھئے۔ جہادِ آزادی کی ناکامی پر بہت سی مرکزی اہم شخصیتیں اس ملک سے ہجرت کر گئیں اور بہت سے اعاظمِ رجال نے انگریزوں کی حکومت کو تسلیم کر لیا۔

اس کے برخلاف مولانا عبدالقادر کے تینوں فرزندوں (مولانا محمد، مولانا عبداللہ اور مولانا عبدالعزیز) کو حکومتِ افغانستان نے اپنے ملک میں معزز شہری کی حیثیت سے رہنے لینے کی دعوت دی۔ مگر ان حضرات نے اس دعوت کو قبول نہیں کیا۔ اس لئے کہ یہ حضرات ملک میں تحریکِ آزادی کے داعی تھے۔ اپنی فوج کو دشمن کے حوالے کر کے تنہا ہجرت کرنا انھیں گوارا نہ تھا۔ لہٰذا انھوں نے اسی ملک میں رہنے کا فیصلہ کیا اور تاحیات انگریز کی حکومت تسلیم نہیں کی۔ اس کے خطابات

عہدوں اور ملازمتوں کے قبول کرنے کو حرام کہتے رہے۔ اور بحیثیت مدعی اس کی عدالتوں میں جانے کو تحاکم الی الطاغوت قرار دیتے رہے۔

۲۔ انھوں نے عقیدۂ توحید، عقیدۂ ختم نبوۃ اور عقیدۂ فرضیت جہاد کا دفاع اور تحفظ کیا۔ شرک اور بدعت کے فلسفہ کی تردید کی۔ منکرینِ ختم نبوۃ پر کفر کا فتویٰ جاری کیا۔ منکرینِ جہاد اور انتشار پسندوں سے علی الاعلان مناظرے کئے۔ اعتذار اور لجاجت آمیز لہجے کو بزدلی اور گمراہ کن قرار دیا۔ ان کی پرسوز اور خارا شگاف روح نے مجلس احرار الاسلام کو جنم دیا۔ جس نے تمام ملک کو بیباک اور شعلہ بیان خطیب مہیا کئے۔

۳۔ انھوں نے اپنے وعظ وارشاد میں قصہ گوئی کو ختم کیا۔ کتاب اللہ اور سنت الرسول کو ماخذ بنایا۔ کتبِ احادیث کی شرحیں لکھیں۔ روزانہ مساجد میں تفسیرِ قرآن کا درس دیا اور تمام ملک میں اپنے خرچ پر تبلیغی دوروں کو رواج دیا۔

۴۔ انھوں نے مدرسۃ البنات کو ترقی دیکر، لڑکیوں کو حفظ وتجوید، دستکاری، ادب، عربی حدیث وتفسیر کی عمدہ معیاری تعلیم دی۔ اس دور کے فخر المحدثین مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ نے امتحانات لئے اور اطمینان واعتماد کا اظہار فرمایا۔

★ باب سوم میں مولانا حافظ قاری علی محمد کا مدرستہ البنات دیکھئے۔ جس کے نصابِ تعلیم کو مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے اپنی کتاب بہشتی زیور کا متن ومعاون قرار دیا۔

★ باب چہارم میں مولانا نور محمد حقّانی کو دیکھئے۔ ایک طرف تو عیسائیوں کے اخبار نور افشاں کا جواب نورٌ علی نور سے دیتے ہیں تو دوسری طرف مشنری اسکولوں کے بالمقابل مدرسہ حقانیہ اور ام المدارس قائم کرتے ہیں جس کو پنجاب کا یورپین گورنر مثالی اسکول تحریر کرتا ہے۔ دار العلوم دیوبند اور مظاہر العلوم سہارن پور کے سرپرست حضرات اس کے نصاب کو رواج دینے کی جد وجہد کرتے ہیں۔

مولانا نور محمد نے اسلامیہ ہائی اسکول بھی قائم کیا۔ ان کے اسکولوں نے سر عبدالقادر شیخ کو جنم دیا جو پنجاب کے وزیرِ تعلیم بنے اور جنھوں نے صحیفہ مخزن کے ذریعہ اردو ادب کو ترقی دی۔ انجمن حمایت الاسلام اور ڈاکٹر اقبالؒ کی تربیت فرمائی۔

★ پھر باب سوم میں مولانا محمد عظیمؒ کو دیکھئے۔ ضعف اور تھکن کے مفہوم سے ناواقف ہزاروں میل پیدل سفر کرنے والے دریاؤں اور پہاڑوں کو روندنے والے شفقت میں ایمان اور خون کی تازگی محسوس کرنے والے مرکزِ کفر میں اذانِ حق کہنے والے جہادِ فی سبیل اللہ اور شہادت کے جذبہ سے ہمہ وقت مخمور۔

★ آخر میں باب اوّل کو دیکھئے۔ محترم مولانا محمد سلیم نے سندھ کے بیشتر دینی مدارس کو حرکت اور تازگی بخشی۔ پاکستان کو معاشی ترقی دینے کی ایک مثال قائم کی۔

★ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درج ذیل ارشادات بھی سنئے۔

۱۔ اگر تم اللہ کے دین کی مدد کروگے وہ تمھاری مدد کرے گا اور تمھارے قدم جمادے گا (سورہ محمد ۴۷/۷)

۲۔ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کیا کرو۔ آپس میں جھگڑا مت کرو ورنہ کم ہمت ہوجاؤ گے اور تمھارا رعب ختم ہوجائے گا اور صبر سے کام لیا کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنیوالوں کے ساتھ ہے۔

(سورہ الانفعال ۸/۴۶)

۳۔ اللہ تعالیٰ نے جہالت کے ساتھ عزت اور علم کے ساتھ ذلت کا رشتہ قائم نہیں ہونے دیا۔ (کنوز)

۴۔ مرحوم والدین (اسلاف) کی خدمت یہ ہے کہ ان کے لئے دعائے مغفرت کرو۔ ان کے (نامکمل) وعدوں کو پورا کرو۔ ان کی قرابتوں کو قائم رکھو۔ اور ان کے دوستوں کی عزت کرو۔ (ابوداؤد)

۵۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زندگی میں آخری کلام یہ تھا کہ نماز کا خیال رکھو اور کمزوروں پر ظلم نہ کرو (ابوداؤد) رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِیْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا۔

# ختم الکتاب بنظم الخطاب

وھٰذا اجھدنا جھدٌ حقیرٌ — لِتعرِفَ جملۃً اھل القراب
اردنامنہٗ لِلاخلافِ نُصحاً — لعل اللہ یھدی لِلصّواب
یلوح الخط فی القرطاسِ دھراً — وکاتبہٗ رمیمٌ فی التراب
فکن لی داعیاً یاصاح خیراً — اِلٰھُکَ لا یملّ من الثواب
فنرجوا من طباعِکَ حسن خلقٍ — ونطلب حسن جودِکَ فی الجواب
الٰھاربنا ربّاً رحیماً — کریماً مُنزِلاً اُمّ الکتاب

خلیل اللہ یدعوہٗ بدمعٍ
لِیغفر ذنبہٗ یوم الحساب

۱۔ یہ پیشِ نظر رسالہ ہماری حقیری کوشش ہے تاکہ اجمالی طور پر اہلِ قرابت کو معلوم کریں۔
۲۔ اس سے ہمارا مقصد آئندہ نسل کو نصیحت کرنا ہے۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں راہِ صواب دکھلائے گا۔
۳۔ لکھنے والا پیوندِ خاک ہو جائے گا مگر یہ تحریر دیرپا ہوگی۔
۴۔ اے میرے ساتھی میرے لئے دعائے خیر کرتے رہئیے۔ خدا تعالیٰ اجر دینے سے نہیں تھکتا۔
۵۔ اس لئے میں آپ کے حُسنِ خلق سے امید رکھتا ہوں اور آپ کی سخاوت کا طالب ہوں۔
۶۔ اے میرے رحیم و کریم اور قرآن مجید کو نازل کرنے والے رب۔
۷۔ خلیل اللہ آنسوؤں (خشوع) کے ساتھ دعا کرتا ہے کہ حساب کے دن اس کے گناہ معاف ہوں۔

فاطِرَ السّمٰوات والارض انت ولیّ فی الدنیا والآخرۃ توفّنی مسلماً

والحقنی بالصالحین ۔ آمین یارب العالمین

ناظرین سے التماس ہے کہ ہماری غلطیوں کوتاہیوں اور اپنے مفید مشوروں سے بذریعہ تحریر مطلع فرماکر ممنون فرمائیں ۔
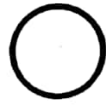
صفحہ پر

# ہمارا فلسفہ

توحید و تقویٰ خدمت مقصد ہے زندگی کا

ہر فلسفہ سے بالا ہے فلسفہ ہمارا

جبتک نہ اُٹھ کھڑیں ہوں اِس فلسفہ کے حق میں

ہر دم رہے گا ناقص ایمان و دیں ہمارا

# ضمیمہ اوّل، ماخذ و مصادر

## قسم اوّل چند

~~اس تالیف کے ماخذ دو قسم ہیں اوّل~~ اساتذہ کرام یا بزرگانِ خاندان جن سے زبانی یا بذریعہ مراسلت استفادہ ہوا۔ مثلاً

۱۔ استاد محترم مولانا عبدالرحمٰن امروہوی رح (ف ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء)
تلمیذ مولانا محمد قاسم رح بانی دارالعلوم دیوبند (ف ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء)

۲۔ مولانا عبداللہ کپورتھلوی رح (ف ۱۳۵۶ھ/۱۹۲۷ء) تلمیذ مولانا عبدالحق خیرآبادی
(ف ۱۳۱۶ھ/۱۸۹۹ء) راقم کے نانا

۳۔ مولانا فتح الدین اگوی جالندھری رح (ف ۱۳۷۰ھ/۱۹۵۱ء)
تلمیذ مولانا رشید احمد گنگوہی رح (ف ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء) راقم کے خسر

۴۔ مولانا عبیداللہ سندھی رح (ف ۱۳۶۳ھ/۱۹۴۴ء) تلمیذ مولانا محمد لدھیانوی رح
(ف ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء) و مولانا محمود الحسن شیخ الہند (ف ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء)

۵۔ مولانا محمد شفیع بن مولانا محمد سعید چکوی لدھیانوی رح مقیم چک ۲۹۵ نزد ٹوبہ ٹیک سنگھ

۶۔ مفتی محمد نعیم لدھیانوی رح (ف ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء) سابق صدر جمعیۃ علماء ہند، پنجاب

۷۔ مولانا عبداللہ رح بن مولانا محمد اسمٰعیل رح ولیانوی لدھیانوی (ف ۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵ء)
بانی دارالعلوم نعمانیہ۔ گجرانوالہ پنجاب

۸۔ مفتی عبدالعزیز ایم۔ اے علیگ لدھیانوی۔ مقیم شہداد کوٹ۔ سندھ

۹۔ مفتی عبدالحمید بن [illegible] عبدالرشید رح لدھیانوی۔ مقیم ٹوبہ ٹیک سنگھ۔

۱۰۔ مولانا حافظ عبدالحمید مہتمم ام المدارس۔ گلبرگ کالونی۔ فیصل آباد۔

۱۱۔ مولانا حافظ رشید احمد مہتمم مدرسہ دینیات۔ میاں چنوں ضلع ملتان

۱۲-۱۳۔ والدین محترمین اسباط مولانا عبدالعزیز بن مولانا عبدالقادر لدھیانوی رح

۱۴۔ حکیم آفتاب احمد بن حکیم محمد حسن قرشی رح

# قسم دوم چند کتب و رسائل و مضامین

جو زیر مطالعہ رہے مثلاً:

۱۔ حواشی مولانا محمد لدھیانوی علی موطا امام محمدؒ۔ مطبوعہ مطبع رحیمی لدھیانہ ۱۲۹۲ھ / ۱۸۷۵ء موجود در کتب دار الآثار شاہ ولی اللہ کالج منصورہ نزد ہالہ ضلع حیدرآباد سندھ نمبر شمار ۱۴

۲۔ مقدمہ فتاویٰ قادریہ از مولانا محمد لدھیانویؒ۔ بخانہ مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ۔

۳۔ سلیم التواریخ۔ صوفی اکبر علی جالندھریؒ مطبوعہ امرتسر ۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۹ء

۴۔ تذکرۃ الرشید۔ منشی عبدالرحمٰن لدھیانویؒ مطبوعہ ۱۳۴۵ھ / ۱۹۲۷ء

۵۔ تصنیفات مولانا اشرف علی تھانویؒ (ف ۱۳۶۲ھ / ۱۹۴۳ء)

۶۔ قاموس الکتب اردو۔ از انجمن ترقی اردو پاکستان

۷۔ بدیع المیزان (منطق) مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۲ء

۸۔ اٹھارہ سو ستاون (اخبار اور دستاویزیں) مرتبہ عتیق صدیقی مطبوعہ دہلی ۱۹۶۶ء

۹۔ سوانح عطاء اللہ شاہ بخاریؒ (ف ۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۱ء) مطبوعہ ۱۹۷۳ء مرتبہ شورش کاشمیری (ف ۱۳۹۵ھ / ۱۹۷۵ء)

۱۰۔ اردو انسائیکلوپیڈیا۔ فیروز سنز مطبوعہ ۱۹۶۸ء

۱۱۔ تقویم تاریخی۔ عبدالقدوس ہاشمی مطبوعہ ۱۹۶۵ء

۱۲۔ ملتِ اسلامی کی مختصر تاریخ حصہ دوم۔ ثروت صولت مطبوعہ ۱۹۶۸ء

۱۳۔ چند کتب و مضامین محمد ایوب قادری پروفیسر اردو کالج۔ کراچی

۱۴۔ چند مضامین ماہنامہ زراعت لاہور بابت ۱۹۶۰ء وغیرہا۔

## از صفحہ ح

فاضل مؤلف نے اس کتاب میں بعض باتیں خاندانی روایات کے سہارے بھی قلم بند کی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ خاندانی روایات مرورِ زمانہ کے ساتھ مختلف اشخاص و رجال سے منتقل ہوتی ہوئی جب ہم تک پہنچتی ہیں تو بسا اوقات اپنی اصلی صورت میں باقی نہیں رہتی ہیں پھر مختلف حضرات اپنے مزاج اور طبیعت کے اعتبار سے بھی حک و اضافہ کر دیتے ہیں۔ مولوی سیف الرحمٰن کا سہ رکنی وفد لے کر افغانستان جانا اور دہلی کے فتویٔ جہاد ۱۸۵۷ء کا تنہا مولانا عبدالقادر اور مولوی سیف الرحمٰن لدھیانوی کا مرتب کرنا بھی کچھ اسی قبیل کی باتیں ہیں۔ تاریخی نوشتوں سے ان کی تائید نہیں ہوتی۔ دہلی میں اس وقت اکابر و مشاہیر علماء موجود تھے۔ شاہی مفتی اور دار الافتاء قائم تھا۔ پھر کچھ روایات تھیں۔ اس صورت میں ان غریب الدیار علماء کا فتویٰ ترتیب دینا اور تمام مشاہیر علمائے دہلی کا دستخط کرنا سمجھ میں نہیں آتا۔ حالانکہ صورت حال اس کے برعکس تھی۔

مولانا محمد خلیل اللہ صاحب علمی و دینی حلقوں کی طرف سے مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انھوں نے یہ کتاب لکھ کر تاریخ کی ایک اہم خدمت انجام دی ہے۔

محمد ایوب قادری

۲۹۔ اپریل ۱۹۷۸ء

# وضاحت

فتویٰ فرضیتِ جہاد دہلی میں مجلسِ علماء کے اتفاق سے جاری ہوا۔ مؤلف کی خاندانی روایت صرف یہ ہے کہ اس کے مجوز و محرک مولینا عبدالقادر تھے مولانا سیف الرحمٰن کے وفد کا ذکر اگرچہ مؤرخین نے نہیں کیا مگر تمام خاندان میں مسلم و متوارث ہے۔

واللہ العلم عند اللہ

مؤلف

# سنہ اشاعت

از پروفیسر ڈاکٹر محمد ایوب صاحب قادری زید مجدہم العالی

۱۔ تذکارِ عباد

۱۳۹۸ھ

۲۔ تاریخ اصحابِ پاک باطن

۱۳۹۸ھ

۳۔ فیضِ جاودانی اسلافِ کرام

۱۳۹۸ھ